إن العلماء ورثة الأنبياء

علماء کا آپس کا احترام

حضرت مولانا **محمد سلیم دھورات صاحب** دامت برکاتہم

بانی و شیخ الحدیث اسلامک دعوہ اکیڈمی، لیسٹر، یوکے

at-tazkiyah

PO Box 8211 • Leicester • LE5 9AS • UK
e-mail: publications@at-tazkiyah.com
www.at-tazkiyah.com

.... تفصیلات ....

کتاب کا نام : علماء کا آپس کا احترام

صاحبِ وعظ : حضرت مولانا محمد سلیم دھورات صاحب دامت برکاتہم

تاریخِ وعظ : صفر ۱۴۳۴ھ - دسمبر ۲۰۱۲ء

مقامِ وعظ : جامع مسجد، باٹلی

تقریب : علماء کا اجتماع

ناشر : دارالتزکیہ، لیسٹر، یو کے

ای میل : publications@at-tazkiyah.com

ویب سائٹ : www.at-tazkiyah.com

.... ملنے کے پتے ....

Europe:

Islāmic Da'wah Academy, 120 Melbourne Road, Leicester. LE2 0DS. UK.
t: +44 (0)116 2625440 e: info@idauk.org

Al-Hudā Academy (Former Lilian Hamer House), Deane Road, Bolton. BL3 5NR. UK.
t: +44 (0)1204 656100 e: info@alhuda-academy.org.uk

At Taqwā Academy, 104 - 106 Ley Street, Ilford. IG1 4BX. UK.
t: +44 (0)20 3603 8464 e: info@attaqwa.org

Africa:

Al Falāh Academy, PO Box 31172, Lusaka, Zambia.
t: +26 0979236673 e: info@alfalah-academy.org

Caribbean/North America:

Islāmic Academy of Barbados, PO Box 830E, St. Michael, Barbados.
t: +1 2464356563 e: info@iabds.org

Canada:

Rawdhatul 'Ilm Academy, 12375 72a Avenue, Surrey, BC, V3W 9J6. Canada.
t: +1 7785521354 e: riacanada@outlook.com

فہرست

پیش لفظ ۵

تقریظ ۱۰

تقریظ ۱۲

تقریظ ۱۵

تعارفی کلمات ۱۶

علماء کا آپس کا احترام ۲۱

وعظ و نصیحت خود کو کرتا ہوں ۲۲

اپنے اندر کوئی کمی پاتا ہوں تو اس پر وعظ کہتا ہوں ۲۲

امام ربیعۃ الرّائی رحمۃ اللہ علیہ ۲۲

اصحابُ الرّائی کا مطلب ۲۳

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور شانِ تفقّہ ۲۴

ربیعۃ الرّائی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں علماء کی آراء ۲۵

ایک بہت اہم بات ۲۶

ابن شہاب الزّہری رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں عمرو بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کی رائے ۲۷

ابن شہاب الزّہری رحمۃ اللہ علیہ کا مقام ۲۸

عمرو بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کی حقیقت پسندی ۲۸

ابن شہاب رحمۃ اللہ علیہ اور ربیعۃ الرّائی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک دوسرے کے لئے احترام ۲۹

نحو کے دو اماموں کا ایک دوسرے کی تعظیم کرنا ۳۰

ہمارے زمانے میں اختلاف ہی اختلاف ۳۱

تمام اکابر قابلِ احترام ہیں ۳۲

جب تک ہم بٹے رہیں گے امت بکھری رہے گی ۳۳
حضرت مولانا ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا عجیب ارشاد ۳۳
امام نافع رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سالم رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی میں کبھی فتویٰ نہیں دیا ۳۴
سہل تُستری رحمۃ اللہ علیہ کا امام ابوداود رحمۃ اللہ علیہ کو بوسہ دینا ۳۵
سعید بن مسیّب رحمۃ اللہ علیہ کا مقامِ بلند ۳۶
ابن المسیّب رحمۃ اللہ علیہ کے دل میں سلیمان بن یسار رحمۃ اللہ علیہ کا احترام ۳۷
صحابہ رضی اللہ عنہم کا آپس میں ایک دوسرے کا احترام ۳۷
ابنِ عمر رضی اللہ عنہما کا اپنے بیٹے سالم رحمۃ اللہ علیہ کو احترام میں بوسہ دینا ۳۹
ابنِ عمر رضی اللہ عنہما کا عامرِ شعبی رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلے میں اعتراف ۴۰
امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ امام ذُہلی رحمۃ اللہ علیہ کے لئے کھڑے ہوگئے ۴۰
حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ اور مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ایک دوسرے کے لئے احترام ۴۱
سب کا احترام اور گروہ بندی سے اجتناب ۴۳
ایک قیمتی بات ۴۴
آپس میں احترام نہ کرکے ہم اپنا ہی نقصان کر رہے ہیں ۴۴
آمدم برسرِ مطلب ۴۵
امام ربیعۃ الرّأی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ۴۵
علم کو مال کا ذریعہ نہ بنائے ۴۶
علم کو امراء کے تقرّب کا ذریعہ نہ بنائے ۴۶
علم کی حفاظت کرنی چاہیے ۴۷
خلاصہ ۴۸
ماٰخذ ومراجع ۴۹

پیش لفظ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ تعالیٰ اپنے دین کی حفاظت اور اس کی تبلیغ واشاعت کے لئے ہر دور میں ایسے بابرکت افراد اور بافیض ہستیوں کا انتخاب فرماتے ہیں جن کے فیض سے نہ صرف اس دور کے لوگ مستفیض ہوتے ہیں، بلکہ بعد میں آنے والی نسلیں بھی ان کے علوم ومعارف سے بہرہ ور ہو کر صراطِ مستقیم پر چلنے لگتی ہیں، مفتیٔ اعظم حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہر دور میں بندوں کی ہدایت کے لئے کتاب اللہ کے ساتھ رجال اللہ کو بھیجنے کا اہتمام فرمایا ہے، اور حضراتِ انبیاء علیہم السلام کے بعد بھی ان کے نائبین کے ذریعے یہ سلسلہ آج تک بحسن وخوبی جاری ہے۔

ہمارے دور کی ایک بہت ہی گراں قدر اور محترم شخصیت، میرے مشفق استاذ ومحبوب شیخ، محبوب العلماء والمشائخ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سلیم دھورات صاحب دَامَتْ بَرَکَاتُھُمُ الْعَالِیَۃُ وَمَتَّعَنَا اللّٰہُ بِعُلُوْمِھِمْ وَفُیُوْضِھِمْ بھی اسی سلسلۃ الذہب کی ایک کڑی ہیں، ان کا وجودِ بابرکت صرف عوام کے لئے نہیں بلکہ علماء اور طلباء کے لئے بھی ایک بہت بڑی نعمت ہے جس پر جتنا شکر ادا کیا جائے کم ہے، اللہ تعالیٰ شانہ حضرت والا دامت برکاتہم العالیہ سے مختلف شعبوں کے ذریعے دین کی جو خدمت لے رہے ہیں وہ اظہر من الشمس ہے۔

گزشتہ ۲۵ سالوں سے آپ درس وتدریس، اہتمام وانتظام، تصنیف وتالیف، وعظ ونصیحت، اصلاح وتزکیہ اور اشاعت وتبلیغ کے فرائض بیک وقت انجام دے رہے ہیں، نوجوان نسل کے عقائد کی حفاظت، اخلاقی تربیت اور اعمال کی درستگی میں بھی آپ کا بڑا کردار ہے، اس میدان میں آپ نے تقریر وتحریر دونوں ذرائع کا استعمال کیا، سالانہ کانفرنس، ماہانہ تربیتی پروگرام، انگریزی زبان میں دروسِ قرآن وحدیث، چھوٹے چھوٹے پمفلٹ اور کتابچوں کے علاوہ ماہانہ رسالہ ”ریاض

الجنۃ'' کے ذریعے آپ پچھلے ۲۵ سال سے مسلسل خدمت انجام دے رہے ہیں، جو یورپ کے خطے میں ایک تجدیدی کارنامہ ہے۔

انہی خدمات کی وجہ سے آپ کو اپنے اکابر ومشائخ اور عوام وخواص کے درمیان غیر معمولی مقبولیت ومحبوبیت حاصل ہے، اسی مقبولیت ومحبوبیت کی بنا پر ملک کے طول وعرض میں حضرت والا کو وعظ ونصیحت کے لئے، بالخصوص ختمِ قرآن، ختمِ بخاری، مؤتمر الشّبان جیسے اہم پروگراموں کے لئے مدعو کیا جاتا ہے۔

پچھلے چند سالوں سے باٹلی کی جامع مسجد کی انتظامیہ کے اراکین اور وہاں کے مشہور بزرگ حضرت مولانا عبد الرؤوف صاحب لاجپوری دامت برکاتہم (خلیفہ مسیح الاُمّت حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ) کی دعوت پر ان کے سالانہ نوجوانوں کے پروگرام میں حضرت والا دامت برکاتہم مہمانِ خصوصی کے طور پر تشریف لے جاتے ہیں اور انگریزی زبان میں بہت مؤثر انداز میں اپنے ارشادات سے نوجوانوں کو جو بڑی تعداد میں جمع ہوتے ہیں مستفید فرماتے ہیں۔

دسمبر ۲۰۱۲ء میں منعقد ہونے والے پروگرام میں حضرت مولانا عبد الرؤوف صاحب دامت برکاتہم اور وہاں کے دیگر علماء کرام نے یہ تقاضا بھی فرمایا کہ علماء کرام کے لئے بھی ایک الگ مجلس کا انعقاد کیا جائے، حضرت والا دامت برکاتہم اپنی تواضع اور انکساری کی وجہ سے علماء کرام کے مجمع میں گفتگو کرنے سے بچنے کی بہت کوشش کرتے ہیں، اس موقع پر بھی ٹالنے کی بہت کوشش کی لیکن یہ حضرات مصر رہے اور بالآخر یہ مجلس طے ہوگئی۔

مجھے خوب یاد ہے کہ حضرت والا اس دن علیل تھے، سفر کے دوران بار بار فرمارہے تھے کہ بیمار بھی ہوں اور علماء کرام کی مجلس کا بھی طبیعت پر ایک بوجھ ہے، بخاری شریف میں امام ربیعۃ الرّأی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک ملفوظ ہے، ارادہ ہے کہ ان شاء اللہ تعالیٰ اس کے بارے میں علماء کے ارشادات عرض کردوں گا، اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ بندے کو بھی نفع ہوگا اور حاضرین کو بھی۔

جب وعظ شروع ہوا تو ہمیشہ کی طرح اللہ تعالیٰ کا فضل متوجہ ہوا اور امام ربیعۃ الرّأی رحمۃ اللہ علیہ کا تعارف کراتے ہوئے بات دوسرے رُخ پر چلی گئی اور اسلاف کے ما بین احترام ومحبت کے موضوع پر فی البدیہ بیان ہوا اور کئی قصے یکے بعد دیگرے زبان پر جاری ہوئے، علماء کرام اور صاحبِ نسبت بزرگانِ دین کی اچھی خاصی تعداد جمع تھی، الگ الگ مدارس کے فارغ التحصیل علماء موجود تھے اور پورا ہال تقریباً بھرا ہوا تھا، سب پر بیان کا بہت اچھا اثر ہوا، حضرت مولانا عبد الرؤوف صاحب دامت برکاتہم پر ایک عجیب کیفیت طاری تھی، آپ وعظ کے بعد فوراً کھڑے ہو گئے اور اپنے محبت بھرے انداز میں حضرت والا کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ ''یہ تو الہامی بیان تھا، میں حضرت سے درخواست کرتا ہوں کہ اس کو قلمبند کر کے جلد از جلد طبع کرایا جائے اور منظرِ عام پر لایا جائے۔''

پیشِ نظر وعظ ''**علماء کا آپس کا احترام**'' حضرت مولانا عبد الرؤوف صاحب دامت برکاتہم کی اسی فرمائش پر CD سے ورق پر بہت جلد منتقل کر دیا گیا، لیکن حضرت والا کی مشغولی کی وجہ سے نظرِ ثانی نہ ہو سکی اور یہ وعظ الماری کی زینت بنا رہا اور کچھ عرصے کے بعد نسیاً منسیّا ہو گیا، اچانک جولائی ۲۰۱۵ء کے اواخر میں دار العلوم زکریا (جنوبی افریقہ) کے استاذِ حدیث حضرت مولانا عباس بن آدم سریگت صاحب دامت برکاتہم کی طرف سے ایک خط حضرت والا کو موصول ہوا جو درجِ ذیل ہے:

ذو المجد والکرم حضرت مولانا محمد سلیم دھورات صاحب/ شیخ الحدیث جامعہ ریاض العلوم أَطَالَ اللّٰهُ بَقَاءَكُمْ وَجَعَلَ حَيَاتَكُمْ نَافِعَةً لِلْإِسْلَامِ وَالْمُسْلِمِيْنَ فِي الْعَالَمِ كُلِّهٖ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

بعد تسلیمِ مسنون امید ہے کہ حضرت والا بہمہ وجوہ بعافیت ہوں گے۔ دیگر

عرض یہ ہے کہ ابھی چند روز قبل عزیزم مفتی محمود دانا کی پر خلوص دعوت پر ''باربادوز'' حاضری کی سعادت حاصل ہوئی۔ وہاں کے دو روزہ قیام کے درمیان آنحضرت کے خطابات وتقاریر کے (مطبوعہ مختلف رسائل) کے مطالعے کی سعادتِ عظمیٰ حاصل ہوئی۔ الحمد للہ تمام رسائل کا از اول تا آخر پورے انہماک اور توجہ کے ساتھ مطالعہ کیا۔ واقعی خطابات ''از دل خیزد بر دل ریزد'' کے مصداق ہیں۔ رسائل کے درمیان ایک تازہ رسالہ **''دین کے لئے علماء کی قربانیاں''**، یہ بیت القصید اور واسطۃ العقد کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس میں وہاں کے موجودہ حالات پر جو بے لاگ تبصرہ کیا ہے، یہ حضرت ہی کا حق ہے، اور ناقص خیال یہ ہے کہ ان خیالات کا اظہار فرما کر آپ نے تمام علماءِ کرام کی جانب سے فرضِ کفایہ ادا کیا ہے، اور اظہارِ حق فرما کر لَا يَخَافُ فِي اللّٰهِ لَوْمَةَ لَائِمٍ کا ایک عملی نمونہ پیش کیا۔ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس دورِ پرفتن میں بھی ایسے حضرات موجود ہیں جو متاعِ حقیر کی پرواہ کئے بغیر حق کا اعلان کرتے ہیں، اَللّٰهُمَّ زِدْ فَزِدْ۔

مذکورہ رسائل کے علاوہ آنحضرت کا ایک اور پروگرام **''علماء کا آپس کا احترام''** (CD) سے مکمل سنا۔ یہ خطاب بھی جلد از جلد کتابی صورت میں منظرِ عام پر آنا چاہئے، یہ وقت کی پکار ہے، امت کی ضرورت ہے، حضراتِ علماءِ کرام کے لئے دل کی دوا ہے، آپسی رقابت کے دور کرنے کا نسخۂ کیمیاء ہے، اور دلوں میں جوڑ پیدا کرنے کا روحانی علاج ہے، اسے گوشۂ دل سے سن کر لوحِ دل پر نقش کرنا چاہئے اور حرزِ جان بنانا چاہئے۔ اَللّٰهُمَّ وَفِّقْنَا۔

اخیر میں اللہ تعالیٰ سے دلی دعا ہے کہ وہ آنحضرت کو باعافیت تمام عمرِ طویل

نصیب فرمائے اور آپ کے فیض کو عام وتام فرمائے اور عوام وخواص کو آپ سے استفادہ کی توفیق عطا فرمائے۔

عباس بن آدم سریگت
خادم دار العلوم زکریا

حضرت مولانا کے اس خط نے حضرت والا کو دوبارہ اس وعظ کی طباعت کی طرف متوجہ کیا، امراض اور کثرتِ مشاغل کے باوجود آپ نے اس پر نظرِ ثانی فرمائی، اور رفقاء نے بڑی محنت کر کے اسے حوالوں سے مزیّن کیا اور اب الحمدللہ محض اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے یہ وعظ بھی رسالے کی شکل میں تیار ہو گیا، امید ہے کہ اربابِ علم اس کو قدر کی نگاہ سے دیکھیں گے۔

اللہ تعالیٰ میرے مشفق استاذ ومحبوب مرشد دامت برکاتہم العالیہ کو صحتِ کاملہ اور عافیتِ تامّہ کے ساتھ دین کی خدمت، علم وعمل، اخلاص وللّٰہیت میں مزید ترقی عطا فرمائیں، آپ کے فیوض کو عام اور تام فرما کر خلقِ کثیر کو فیض یاب فرمائیں، اور جن مقاصد کے پیشِ نظر آپ نے یہ وعظ فرمایا تھا اس پر عمل پیرا ہونے کی سب کو توفیق عطا فرمائیں تاکہ علماءِ کرام کی جماعت سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن کر اس پُرفتن دور میں امت کی صحیح رہنمائی کرسکے۔ (آمین)

احمد پٹیل
خادم اسلامک دعوہ اکیڈمی، لیسٹر، یوکے
۲۲ جمادی الاُخریٰ ۱۴۳۷ھ، ۳۱ مارچ ۲۰۱۶ء

تقریظ

حضرت مولانا عبداللہ کاپودروی صاحب دامت برکاتہم

رئیس دارالعلوم فلاح دارین ترکیسر، گجرات، انڈیا

بِاسْمِهٖ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰی

محترم المقام مولانا محمد سلیم دھورات زید مجدہ بانی وشیخ الحدیث مدرسہ ریاض العلوم لیسٹر

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے کہ آں محترم بخیر وعافیت ہوں گے، دیگر آں جناب کا مرسلہ قیمتی مضمون موصول ہوکر باعث مسرت وتشکر ہوا، فَجَزَاكُمُ اللّٰهُ أَحْسَنَ الْجَزَاءِ۔

حلقۂ علماء میں آپ نے جن باتوں کی طرف توجہ دلائی ہے بہت ضروری اور اہم ہیں، کاش کہ ہمارے دور کے اہل علم اپنے اسلاف کے نقش قدم پر چل کر ایک دوسرے کا اکرام، چھوٹوں کی ہمت افزائی، معاصرین کی خوبیوں کا اعتراف اور ان کی عزت افزائی کرتے تو امت کے عام افراد میں بھی اس کے اثرات پیدا ہوتے اور محبت و یگانگت کا ماحول عام ہوتا، اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو ان اخلاق عالیہ سے مزین فرمائے، آمین۔

علّامہ اقبال نے صحیح فرمایا ہے:

یقینِ محکم، عملِ پیہم، محبت فاتح عالم
جہادِ زندگانی میں ہیں یہ مردوں کی شمشیریں

آپ کے دیگر رسائل کی طرح یہ مفید رسالہ بھی طبع ہو جائے تو ان شاء اللہ علمی حلقوں میں مقبول ہوگا۔ اللہ تعالیٰ آپ کی خدمات کو شرفِ قبولیت عطا فرمائے اور بہترین اجر عطا فرمائے، آمین۔

آپ کی صحت وعافیت کے لئے دعا کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ بندہ کی صحت کے لئے بھی دعا فرماتے رہیں، دوا تو جاری ہے، شفا اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔﴿وَإِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ﴾صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ۔

گھر میں والدہ محترمہ، اہلیہ محترمہ اور احباب کو سلام مسنون اور درخواست دعا۔

والسلام

احقر عبداللہ غفرلہ

۲۵ جمادی الاُخریٰ ۱۴۳۷ھ مطابق ۱۴ اپریل ۲۰۱۶ء

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طلبِ دین کا حیرت انگیز مقام

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے طلبِ دین کا عالم یہ تھا کہ علم وفضل میں مرجعِ خلائق ہونے کے باوجود دین کی کوئی بات جہاں سے ملتی، اسے ذوق وشوق کے ساتھ حاصل کرنے کی فکر میں رہتے، آپ کو اپنے معاصرین بلکہ چھوٹوں سے بھی استفادے میں نہ صرف یہ کہ کبھی عار محسوس نہیں ہوئی، بلکہ بعض اوقات دوسروں پر اس کا اظہار بھی فرما دیتے تھے کہ یہ بات مجھے فلاں شخص سے معلوم ہوئی۔

(میرے والد میرے شیخ، ص ۱۴۹)

تقریظ

حضرت مولانا عتیق احمد قاسمی بستوی صاحب دامت برکاتہم

صدر معہد الشریعہ، لکھنؤ واستاذِ حدیث وفقہ دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلوٰةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى أَشْرَفِ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْأَمِيْنِ وَعَلٰى آلِهٖ وَصَحْبِهٖ أَجْمَعِيْنَ، أَمَّا بَعْدُ:

اللہ تعالیٰ اپنے مخلص بندوں کی زبان سے ایسی باتیں کہلاتا ہے، جو وقت کی ضرورت ہوتی ہیں، اوران خامیوں کی نشان دہی کراتا ہے، جوخواص یاعوام میں پائی جاتی ہیں، اوران کاازالہ ضروری ہوتا ہے، عام طور سے مقررین، خطباء اور واعظین ایسی باتیں کہتے ہیں اوراس انداز سے کہتے ہیں جن سے حاضرین خوش ہوں اور وہ مقرر کی تقریر، واعظ کے وعظ اور خطیب کی خطابت سے متاثر ہوں، اس کی سحر بیانی، وسعتِ معلومات و اندازِ خطابت کے اسیر ہوجائیں، لیکن اللہ کے مقبول اور مخلص بندے مسلمانوں اور انسانوں کی دینی ضرورت اور لوگوں میں پائی جانے والی خامیوں اور کمزوریوں کے ازالہ کی خاطر ایسی باتیں فرماتے ہیں جو ہوسکتا ہے کہ بعض لوگوں کے لئے بارِ خاطر ہوں، مگر دینی لحاظ سے ان کی ضرورت ہوتی ہے۔

حضرت مولانا محمد سلیم دھورات صاحب کے علمی اور اصلاحی مواعظ میں اللہ جل شانہٗ نے خاص تاثیر رکھی ہے، وہ بڑی سادگی اور پرکاری کے ساتھ دل کے مِضراب کو چھیڑتے ہیں، بڑی حکمت، لینت اور جرأت کے ساتھ دُکھتی رگوں پر ہاتھ رکھتے ہیں، اور جو بات بھی فرماتے ہیں علمی حوالوں کے ساتھ ہوتی ہے، ان کی یہ صفت قابلِ ستائش اور قابلِ تقلید ہے کہ اپنے مواعظ وخطابات کی اشاعت میں جلد بازی نہیں کرتے بلکہ تمام باتوں کی تحقیق اور انہیں مستند حوالوں

سے مزین کرنے کے بعد ہی خطبات ومواعظ کی اشاعت کی اجازت دیتے ہیں۔

زیرِ نظر رسالہ ''**علماء کا آپس کا احترام**'' جو باٹلی (برطانیہ) کی جامع مسجد میں اس علاقے کے ممتاز علماء کے درمیان حضرت مولانا سلیم دھورات صاحب کا خطاب ہے، بڑا مفید مؤثر اور بر وقت ہے، علماء کی باہمی آویزش اور معمولی اختلاف کو نزاع کی شکل دینا اور ایک دوسرے کی بے احترامی ایک ایسا مرض ہے جو تقریباً پورے عالم میں پایا جارہا ہے، ہمارے اسلاف اختلافِ فکر ونظر اور اختلافِ استنباط واجتہاد کے باوجود باہم شیر وشکر تھے، ایک دوسرے کی توقیر واحترام ان کا شیوہ تھا، ایک دوسرے سے محبت کرتے تھے اور ایک دوسرے کے قدرداں تھے، اپنے معاصرین کے معایب کے بجائے ان کے محاسن اور خوبیوں پر نظر رکھتے تھے، ان کا اختلاف حدود میں ہوتا تھا، اختلاف منازعت وافتراق کی صورت نہیں اختیار کرتا تھا، افسوس ہے کہ آج صورتِ حال اس سے کافی مختلف ہے، اور خود علماء بسا اوقات معمولی معمولی باتوں کی وجہ سے برسرِ پیکار ہوجاتے ہیں، اور ایک دوسرے کی بے توقیری بلکہ تنقیص سے بھی احتراز نہیں کرتے، اس کی وجہ سے عوام میں علماء کی عزت واحترام میں کافی کمی آتی جارہی ہے، بلکہ بسا اوقات عامّۃ الناس علماء سے ہی نہیں بلکہ دین سے بھی بیزار ہوجاتے ہیں، اس صورتِ حال کا تدارک انتہائی ضروری ہے۔

بڑی مسرت واطمینان کی بات ہے کہ حضرت مولانا محمد سلیم دھورات صاحب نے اپنے زیرِ نظر خطاب میں اس موضوع پر بڑا مؤثر اور پرمغز مواد اہلِ علم کے سامنے پیش کردیا ہے، اسلافِ امت میں ایک دوسرے کے احترام کی جو روایت تھی اسے حوالوں کے ساتھ پیش کرکے ہمیں آئینہ دکھایا ہے، سچی بات یہ ہے کہ موصوف نے اپنا دل چیر کے رکھ دیا ہے، اور ان کے دردِ دل کی کسک ان شاء اللہ ہر مطالعہ کرنے والے کو محسوس ہوگی، اس خطاب کو علماء کے درمیان زیادہ سے زیادہ عام کرنے کی ضرورت ہے، اللہ تعالیٰ موصوف کو اجرِ عظیم عطا فرمائے، صحت

وعافیت کے ساتھ ان کی علمی ودینی واصلاحی خدمات کا سلسلہ جاری رکھے، اور خاص طور سے علماء امت کو اس رسالہ سے استفادہ کی توفیق عطا فرمائے۔

عتیق احمد بستوی

استاذ دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ
صدر معہد الشریعہ لکھنؤ
۱۳ شعبان ۱۴۳۷ھ
۲۰ مئی ۲۰۱۶ء

حضرت حکیم الاُمّت رحمۃ اللہ علیہ کا نہایت جامع جواب

ایک مرتبہ حضرت حکیم الاُمّت رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں علماء کی کبر وتواضع پر بحث ہو رہی تھی کہ ایک عالم آخر کیسے اپنے آپ کو جاہل سے کمتر سمجھتا سکتا ہے؟ کیونکہ جب اس نے علم پڑھا ہے تو یہ کیسے سمجھے کہ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں؟ تو حضرت حکیم الاُمّت رحمۃ اللہ علیہ نے نہایت جامع ارشاد فرمایا کہ کسی کمال کے سبب اکمل سمجھنا تو جائز ہے، لیکن افضل بمعنیٰ مقبول سمجھنا جائز نہیں، پس یہ سمجھنا کہ میں عالم ہوں کوئی حرج نہیں، مگر اس پر اپنے آپ کو مقبول عند اللہ سمجھنا یہ بڑا خطرناک ہے، پس یہ سمجھے کہ ممکن ہے کہ باوجود اس کے جاہل ہونے کے اس میں کوئی ایسی خوبی ہو جس سے وہ اللہ تعالیٰ کو پسند آجائے، اور ہم گو بڑے عالم ہوں مگر ہم میں ایسی کوئی بُرائی ہو جس سے ہم ان کو پسند نہ آئیں پھر ہم کس کام کے؟

(اللہ والوں کی مقبولیت کا راز، ص:۴۹،
بحوالہ حکیم الاُمّت رحمۃ اللہ علیہ کے حیرت انگیز واقعات)

تقریظ

حضرت مولانا عبدالرؤوف صاحب لاجپوری دامت برکاتہم

خلیفہ مسیح الاُمّت حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب جلال آبادی رحمۃ اللہ علیہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا محمد سلیم صاحب مدّ ظلّہم کو اللہ تعالیٰ شانہ نے محبوبیت کی شان عطا فرمائی ہے، طبقۂ علماء کرام میں، طبقۂ مشائخِ عظام میں اور عام مسلمانوں میں محبوبیت عطا ہوئی ہے، اسی محبوبیت کا اثر ہے کہ شہر شہر اور علاقہ علاقہ کے علماء کرام اور عام مسلمان منتظر و مشتاق رہتے ہیں کہ حضرت والا مدّ ظلّہم ہمارے یہاں کب تشریف لائیں گے، اسی طرح مسلمانوں کا نوجوانوں کا طبقہ منتظر رہتا ہے کہ یوتھ کانفرنس کے عنوان سے اصلاحی پروگرام ہو اور ہم مستفیض ہوں۔

اسی یوتھ کانفرنس کے عنوان سے ہمارے شہر باٹلی کی جامع مسجد میں اصلاحی پروگرام طے ہوا اور حضرت والا مدّ ظلّہم کی تشریف آوری ہوئی، اس موقع پر علماء کرام کے لئے (بھی) مجلس کا انعقاد ہوا، اس مجلس میں اللہ تعالیٰ شانہ نے حضرت والا مدّ ظلّہم کی زبانِ مبارک سے بے وہم وگمان عجیب مفید باتیں کہلوائی جن کو الہامی باتیں کہنا مناسب ہے، ضرورت تھی کہ اس کو منظرِ عام پر لایا جاتا چنانچہ قادرِ مطلق جلّ جلالہ نے انتظام فرمادیا اور اب عنقریب طبع ہو کر ہمارے ہاتھوں میں ہوگی ان شاء اللہ تعالیٰ۔

اللہ تعالیٰ شانہ سے دعا ہے کہ ان الہامی باتوں پر عمل کی توفیق عطا فرمائیں اور حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد سلیم صاحب مدّ ظلّہم کی عمر میں صحت و عافیت کے ساتھ خوب خوب برکت عطا فرمائیں اور حضرت والا کے فیوض سے ہمیں مستفیض فرمائیں۔ (آمین)

والسلام
عبدالرؤوف لاجپوری
باٹلی، برطانیہ

تعارفی کلمات

حضرت مولانا عبدالرؤف صاحب لاجپوری دامت برکاتہم

خلیفہ مسیح الاُمّت حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب جلال آبادی رحمۃ اللہ علیہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ:

ہمارے لئے بڑی سعادت کی بات ہے کہ ہمارے درمیان شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سلیم صاحب دامت برکاتہم تشریف فرما ہیں، اللہ تعالیٰ شانہ کا بہت بڑا انعام ہے، بڑا احسان ہے کہ حضرت دامت برکاتہم اپنا قیمتی وقت فارغ کر کے ہمارے یہاں تشریف لائے۔

حضرت کی خدمت میں جب ہم لیسٹر حاضر ہوئے تھے تو حضرت نے کچھ باتیں ارشاد فرمائی تھیں، اس وقت ہم نوجوانوں کے پروگرام کے سلسلے میں گئے تھے، یہ علماء کی مجلس تو بعد میں طے ہوئی، لیکن ہم سب کے لئے سعادت ہے کہ ہم سب مولانا کے سامنے شاگرد کی طرح ہیں، مولانا ہم سب کے بڑے ہیں، ان شاء اللہ تعالیٰ کافی باتیں ہمارے سامنے، علماءِ کرام کی خدمت میں آئیں گی، لیکن میں نے ایک جملہ وہاں بھی سنا تھا حضرت کی زبانِ مبارک سے اور ابھی عشاء سے پہلے بھی سنا کہ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ میری نحوست کے اثر سے اس پروگرام اور اس جلسے کو بچائے۔ کیسی تواضع کی بات ہے! ہم لوگ تو یہی چاہتے ہیں کہ حضرت کی تشریف آوری بار بار ہو لیکن حضرت فرمارہے ہیں کہ میری نحوست کی وجہ سے جلسے میں گویا جتنے اثرات ہونے چاہئے اتنے نہ ہوں، ہمارے اکابرین کی تواضع کی شان یہی رہی ہے کہ اپنے آپ کو ایسا ہی سمجھتے تھے۔

اُس وقت جب حاضری ہوئی تھی تو حضرت نے ایک بات یہ بھی ارشاد فرمائی تھی جو علماء کے

لئے بڑی کام کی ہے، استاذِ مکرّم حضرت مفتی محمود الحسن صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں فرمایا کہ جب دار العلوم دیوبند میں کچھ حالات پیش آئے تو مفتی صاحب وہاں سے اور جگہ تشریف لے گئے، حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ حیات تھے تو حضرت نے فرمایا کہ مفتی جی! کام تو (کسی جگہ) بیٹھ کر ہوتا ہے، آپ نے عرض کیا کہ حضرت! وہاں (دیوبند میں) تو حالات ایسے ہیں، حضرت نے فرمایا کہ یہاں سہارنپور آکر بیٹھ جاؤ۔

حضرت مفتی محمود الحسن صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ دار العلوم دیوبند میں جو حالات ہیں وہ میری وجہ سے ہیں، میں چاہتا ہوں کہ میں وہاں نہ رہوں، کیسی تواضع تھی ہمارے اکابرین کی! حضرت مفتی محمود الحسن صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کو غالباً چالیس سال کے بعد حضرت شیخ مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے خلافت دی ہے، کتنا مجاہدہ کرایا ہوگا؟ آپ کی تواضع دیکھیں کہ میری وجہ سے دار العلوم کے یہ حالات ہیں، ہمارے اکابرین کی ان باتوں میں ہمارے لئے بڑی نصیحت ہوتی ہے۔

مجھے نماز سے پہلے ہی یاد آیا کہ ایک وقت یہ بھی آیا تھا ہماری اس مسجد میں کہ حضرت مولانا قاری صدیق صاحب باندوی رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے تو مفتی احمد خانپوری صاحب مدظلہ جو ہمارے استاذ ہیں، ان کا بیان وہاں عوام میں طے ہوا، اور حضرت مولانا قاری صدیق صاحب باندوی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان یہاں ہمارے علماءِ کرام میں طے ہوا، آج اُسی مجلس کی شکل ہوگئی کہ آج ہمارے درمیان حضرت مولانا محمد سلیم دھورات صاحب دامت برکاتہم تشریف فرما ہیں، ہمیں نصیحت فرمائیں گے، اور وہاں حضرت کے اجازت یافتہ مولانا عیاض صاحب بیان فرمائیں گے۔

حضرت دامت برکاتہم کا فیض سب کے سامنے ہے اور میں یہ سمجھتا ہوں (حضرت دامت برکاتہم کی موجودگی میں کہنا بھی نہیں چاہئے) کہ اس وقت پورے برطانیہ کے اندر، بلکہ پورے

عالَمِ اسلام کے اندر حضرت دامت برکاتہم سے اللہ تعالیٰ شانہ خدمت لے رہے ہیں، تزکیہ کی لائن سے اور اسی طریقے سے تعلیم وتبلیغ کی لائن سے خدمت اللہ تعالیٰ شانہ کے فضل وکرم سے بڑی مقبول ہوئی ہے، اور یہ ہمارے لئے بڑی سعادت ہے کہ آپ تشریف لائے ایسی مشغولی کے ساتھ اور پھر وہاں بخاری شریف جیسی کتاب پڑھانے کی ذمہ داری، اور پھر لوگوں کا آنا جانا، مشورہ وغیرہ۔

ہمیں حضرت دامت برکاتہم نے کچھ وقت دیا تھا لیکن جب ہماری حاضری ہوئی تو میرے ساتھ جو ساتھی تھے انہوں نے کہا کہ یہ تو ہمیں حضرت دامت برکاتہم نے تین گھنٹے دے دئے، حالانکہ ان کے پاس وقت بھی بہت کم، لیکن اس قدر حضرت دامت برکاتہم کی شفقت اللہ تعالیٰ کے بندوں پر اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اُمتیوں پر کہ اپنی صحت جیسی بھی ہو لیکن اُس کے باوجود بھی وہ چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ شانہ کوئی خیر کا کلمہ کہلوا دے، کرنے والی ذات تو اللہ تعالیٰ کی ہے لیکن اللہ تعالیٰ شانہ اپنے کسی بندے کو ذریعہ بنا دیتے ہیں، تو الحمدللہ، بڑی تعداد میں علماءِ کرام تشریف فرما ہیں، میں نے تو حضرت دامت برکاتہم کے حکم سے کچھ باتیں عرض کر دیں، ہمارے لئے بڑی سعادت ہے، حضرت دامت برکاتہم جو بھی بات فرمائیں، ہمارے لئے ان شاء اللہ تعالیٰ آئندہ چلنے کے لئے، آئندہ خدمات کے لئے، مشعلِ راہ ہوگی، میں خود ان باتوں کا محتاج ہوں، اللہ تعالیٰ حضرت دامت برکاتہم کی عمر میں خوب برکت عطا فرمائیں۔ (آمین)

میں ایک اور بات کہوں کہ اس وقت جو ہمارے درمیان تشریف فرما ہیں، میں نے یہ بھی دیکھا کہ حاجی فاروق صاحب سکھروی رحمۃ اللہ علیہ جو ہم سب کے بڑے تھے، وہ بھی حضرت کو بہت چاہتے تھے اور یہ اکیڈمی کے لئے جب عمارت خریدنے کا مرحلہ آیا تو میں نے حضرت مولانا محمد سلیم صاحب دامت برکاتہم کی زبانِ مبارک سے سنا کہ جب حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

سے دعا کے لئے درخواست کی گئی تو حضرت نے فرمایا کہ میں نے آپ کے لئے میزابِ رحمت کے نیچے کھڑے ہو کر دعا کر دی ہے، وہ جگہ آپ کو مل جائے گی، ایسی جگہ ملی کہ بالکل بستی کے درمیان، چاروں طرف مسلم آبادی، اللہ تعالیٰ نے ایسی بہترین جگہ عطا فرمائی کہ دارالعلوم ہے، مسجد ہے، مدرسہ ہے، الحمدللہ کئی علماء وہاں سے فارغ ہوئے، ابھی بھی جو مولانا وہاں عوام میں بیان فرمائیں گے وہ بھی وہاں کے تربیت یافتہ ہیں، وہاں کے اور بھی علماء کرام یہاں تشریف فرما ہیں۔

حضرت دامت برکاتہم کی موجودگی میں کچھ کہنا سخت بے ادبی ہے اور حضرت دامت برکاتہم ایسا چاہتے بھی نہیں کہ کوئی میری تعریف کرے، لیکن میں نے یہ اس لئے عرض کیا کہ حضرت دامت برکاتہم کی عمر ایسے دیکھنے جائیں تو کم ہے لیکن اس کم عمر میں اللہ تعالیٰ شانہ نے حضرت دامت برکاتہم سے بہت کام لیا ہے، تو ہمارے لئے سعادت ہے، ہم غور سے حضرت دامت برکاتہم کی نصیحتوں کو سنیں گے، عوام کا مجمع بھی منتظر ہے، ان شاء اللہ تعالیٰ حضرت دامت برکاتہم وہاں بھی کچھ باتیں فرمائیں گے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ (آمین)

وَفَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ

اور ہر جاننے والے سے اوپر ہے ایک جاننے والا۔ (یوسف: ۷۶)

علماء کا آپس کا احترام

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ وَنُسَلِّمُ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ، أَمَّا بَعْدُ:

اللہ تعالیٰ شانہ کا جتنا شکر ادا کروں کم ہے کہ اُس نے بغیر استحقاق کے محض اپنے لُطف وکرم سے، اربابِ علم وفضل کی اتنی بڑی تعداد کی صحبت نصیب فرمائی، اَللّٰھُمَّ لَكَ الْحَمْدُ وَلَكَ الشُّكْرُ، بالخصوص حضرت مولانا دامت برکاتہم کی صحبت اور اُن کے کلمات اپنے اندر بہت فوائد لئے ہوئے ہیں، اور میں بغیر کسی تصنّع کے پورے صدق وخلوص کے ساتھ عرض کررہا ہوں کہ حضرت کی تو صرف زیارت بھی ہمارے لئے کافی ہے، اللہ تعالیٰ ان کی صحیح قدر کی ہم سب کو توفیق عطا فرمائیں اور ان کے سایے کو ہم لوگوں پر تادیر قائم رکھیں۔ (آمین)

حقیقت یہ ہے کہ اربابِ علم وفضل کے سامنے، میرے جیسے طالبِ علم کا کچھ عرض کرنا جسارت اور جرأت کے سوا کچھ نہیں ہے مگر حضرت کی میرے دل میں محبت بھی ہے اور عقیدت بھی، حضرت بھی محبت اور احترام دونوں کا معاملہ فرماتے ہیں اس لئے جب وہ درمیان میں آجاتے ہیں تو میرے لئے انکار بہت مشکل ہوجاتا ہے، پھر یہ سوچا کہ چھوٹے اپنے بڑوں کو سبق سنایا ہی کرتے ہیں، ایسا کوئی ضروری تو نہیں کہ بولنے والا اگر بڑوں کے سامنے کوئی بات کہے تو وہ بڑا ہے اور بڑے چھوٹے ہیں، درسگاہوں میں چھوٹے اپنے بڑوں کو سبق کی شکل میں کچھ نہ کچھ سنایا ہی کرتے ہیں، اور جہاں تک معاصر ساتھیوں کا تعلق ہے تو سوچا کہ اُن کے ساتھ تکرار ہوجائے گی، مزید یہ کہ اس موقع سے فائدہ اٹھاکر میں اپنا محاسبہ بھی کرلوں گا اور مجھے جس چیز کی ضرورت ہے، اُسے بیان کرنے کی کوشش کروں گا تاکہ خود کی اصلاح ہو۔

وعظ ونصیحت خود کو کرتا ہوں

میرے حاجی فاروق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ Barbados کے سفر میں ایک واقعہ پیش آیا تھا، اُس وقت حضرت نے مجھ سے فرمایا تھا کہ تجھے یہ غلط فہمی کب سے ہے کہ میں دوسروں کو وعظ کرتا ہوں، میں تو جہاں کہیں جاتا ہوں، جب بھی کچھ کہنے کے لئے بیٹھتا ہوں تو نصیحت اور وعظ خود کو کرتا ہوں اور ساتھ ساتھ دوسرے بھی سن لیتے ہیں، تو میں نے بھی سوچا کہ بڑوں کو سبق سنادوں گا، اپنے ساتھیوں اور بھائیوں کے ساتھ تکرار ہو جائے گی اور خود کو خطاب کروں گا، خود کو نفع ہوگا۔

اپنے اندر کوئی کمی پاتا ہوں تو اس پر وعظ کہتا ہوں

حضرت حکیم الاُمّت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کتنے بڑے آدمی تھے؟ آپ فرماتے ہیں کہ مجھے اپنے اندر جب کوئی کمی نظر آتی ہے اور کسی عمل میں کم ہمتی ہوتی ہے تو میں اُس کو اپنی تقریر کا موضوع بنالیتا ہوں اور مجمعِ عام میں بیان کرتا ہوں۔[۱]

یہ حضرات اعلیٰ درجے کے کمال کو پہنچنے کے بعد بھی اپنا محاسبہ کیا کرتے تھے، دیکھا کرتے تھے کہ میری زندگی میں کوئی کمی تو نہیں، کوئی چیز قابلِ اصلاح تو نہیں اور ظاہر ہے کہ ان حضرات میں جو کمی یا کوئی قابلِ اصلاح چیز ہوگی، اُس کا تعلق فرض، واجب یا حرام سے تو ہوگا نہیں، مگر پھر بھی اس کی اصلاح کی طرف متوجہ ہو جاتے تھے اور اس پر وعظ کہتے تھے۔

امام ربیعۃ الرّائی رحمۃ اللہ علیہ

تو اس وقت دل میں آیا کہ میں حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی صحیحُ البخاری سے ایک بہت

---

[۱] دوائے دل، افادات حکیم الاُمّت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ص:۵۲

بڑے فقیہ کا ایک ملفوظ عرض کروں اور اُس کے بارے میں حضراتِ علماءِ کرام نے جو مفید باتیں بتلائی ہیں اُن کا مذاکرہ کروں، یہ فقیہ ربیعہ بن فرّوخ ہیں، اور مشہور ہیں ربیعۃ الرّأی سے، یہ مدینہ منوّرہ کے مفتی اور اپنے زمانے کے بہت بڑے عالم ہیں۔

اصحابُ الرّأی کا مطلب

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اُن کے اصحاب کو بھی اصحابُ الرّأی کہا جاتا ہے، کتابوں میں لکھا ہوا ہوتا ہے کہ محدّثین یہ فرماتے ہیں اور اصحابُ الرّأی یہ فرماتے ہیں، فلاں طبقہ یہ کہتا ہے اور اصحابُ الرّأی یہ کہتے ہیں، اور بالعموم مراد اُن سے حضرت امامِ اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اُن کے اصحاب ہوتے ہیں، اسی لقب کی وجہ سے احناف پر نقد کرنے والے یہ کہتے ہیں کہ یہ حدیث اور قرآن پر عمل کرنے والے لوگ نہیں ہیں، یہ اپنی رائے پر عمل کرتے ہیں، اسی لئے انہیں اصحابُ الرّأی اور اہلُ الرّأی کہا گیا ہے، مگر یہ ایک اصطلاحی لفظ ہے جیسے فنِّ حدیث میں مہارت رکھنے والے حضرات کے لئے اہلُ الحدیث کا لفظ مستعمل ہے۔

بہت مرتبہ الفاظ کے ظاہری معنوں سے لوگوں کو دھوکہ دیا جاتا ہے، مثال کے طور پر صحیحُ البخاری کی ساری روایات صحیح ہیں، اس سے یہ مغالطہ پیدا کیا جاتا ہے کہ صحیحُ البخاری کے علاوہ اور جتنی کتب ہیں ان میں روایات غیر صحیح ہیں، اور غیر صحیح سے مراد غلط لیا جاتا ہے، لغوی معنی سمجھا کر دھوکہ دیا جاتا ہے، اسی طرح ضعیف حدیث کے بارے میں اس کا لغوی معنی سمجھا کر کہتے ہیں کہ یہ حدیث کمزور ہے یعنی کسی کام کی نہیں، تو ٹھیک اسی طرح اصحابُ الرّأی کا یہ معنی بتلایا جاتا ہے کہ یہ اپنی رائے پر عمل کرنے والے لوگ ہیں، قرآن اور حدیث پر عمل نہیں کرتے، حالانکہ بات یہ نہیں ہے، یہاں لفظِ رائے فقہ اور تفقّہ کے معنی میں ہے، اور اصحابُ

الرّائی سے مراد اصحابِ تفقّہ واصحابِ عقل وفہم ہیں، وہ حضرات جنہیں اللہ تعالیٰ شانہ کی طرف سے فقہ وفہم، عقل ودانش اور گہری بصیرت کی خاص دولت نصیب ہوتی ہے جس سے وہ قرآن وحدیث کی گہرائی سے مسائل کا استخراج کر کے اُمت کے سامنے پیش کرتے ہیں۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور شانِ تفقّہ

چنانچہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ ہے کہ یہ حدیث کے اپنے ایک استاذ امام اعمش رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، استاذ کے سامنے کوئی مسئلہ پیش کیا گیا، بہت غور کیا، محدّث تھے، بہت ساری حدیثیں یاد تھیں مگر کسی نتیجے پر نہیں پہنچ سکے، تب امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا کہ آپ کے پاس اس سلسلے میں کوئی علم ہے؟ تو یہ چونکہ صاحبُ الرّائی تھے، صاحبُ التفقّہ تھے، صاحبُ العقل والفہم تھے اس لئے مسئلہ بتادیا۔ امام اعمش رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا کہ آپ نے اس مسئلے کا استنباط کہاں سے کیا؟ تو جواب میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اُسی حدیث سے جو آپ نے ہم سے بیان کی ہے۔ پوچھا کہ کونسی حدیث؟ کہا کہ فلاں حدیث۔ جب آپ کے محدّث استاذ امام اعمش رحمۃ اللہ علیہ نے دیکھا کہ ان کا وہاں ذہن بھی نہیں گیا جہاں فقیہ شاگرد کا گیا، تو انہوں نے کہا:

أَنْتُمُ الْأَطِبَّاءُ وَنَحْنُ الصَّيَادِلَةُ[1]

آپ حضرات طبیب ہیں اور ہم لوگ جڑی بُوٹی والے دوا فروش ہیں۔

ہم تو جڑی بُوٹی والے لوگ ہیں، ہماری تو جڑی بُوٹیوں کی دکان ہے، ان میں سے کس کو کس کے ساتھ ملا کر کونسی دوا بنائی جاتی ہے وہ ہم نہیں جانتے، وہ تو آپ طبیب حضرات ہی

---

[1] مناقب الإمام أبی حنیفة وصاحبیه: ٣٤، ٣٥

جانتے ہیں۔

خیر یہ دوسرا موضوع ہے، عرض یہ کر رہا تھا کہ اصحابُ الرّأی کے بارے میں یہ جو تأثر قائم کیا جاتا ہے کہ ان کو فنِّ حدیث سے کوئی تعلق نہیں ہوتا یہ غلط ہے، ربیعۃ الرّأی رحمۃ اللہ علیہ ہی کے بارے میں علّامہ عبدالعزیز بن ابی سلمہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

يَا أَهْلَ الْعِرَاقِ، تَقُوْلُوْنَ: رَبِيْعَةُ الرَّأْيِ، وَاللّٰهِ مَارَأَيْتُ أَحَدًا اَحْفَظَ لِسُنَّةٍ مِنْهُ[1]

اے عراق والو! تم ربیعہ الرّأی کہتے ہو؟ اللہ کی قسم، میں نے اپنی زندگی میں ربیعہ سے زیادہ حدیثوں کو محفوظ کرنے والا اور محفوظ رکھنے والا کسی کو نہیں دیکھا۔

اسی وجہ سے علّامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ربیعۃ الرّأی رحمۃ اللہ علیہ کی روایات سے تمام علماء نے استدلال اور احتجاج کیا ہے۔[2]

ربیعۃ الرّأی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں علماء کی آراء

خیر، ربیعۃ الرّأی رحمۃ اللہ علیہ اپنے زمانے کے بہت بڑے عالم، محدّث اور فقیہ ہیں، مسجدِ نبوی میں اُن کی مجلس کی ایک رونق تھی، بڑے بڑے علماء ان کے سامنے زانوئے تلمّذ تہ کرتے تھے، حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے ربیعۃ الرّأی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد فرمایا تھا:

ذَهَبَتْ حَلَاوَةُ الْفِقْهِ مُنْذُ مَاتَ رَبِيْعَةُ بْنُ أَبِيْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ[3]

---

[1] سير أعلام النبلاء، ٦/٢٥١

[2] ميزان الاعتدال، ٣/٦٨

[3] تهذيب الكمال، ٢/٤٧٤

امام ربیعہ کا جب سے انتقال ہوگیا ہے اُس وقت سے فقہ کی مٹھاس اور حلاوت ختم ہوگئی ہے۔

لیث بن سعد رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے محدّث بھی ہیں اور فقیہ بھی، وہ ایک دوسرے بڑے عالم عبیداللہ بن عمر رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں کہ وہ یہ فرماتے تھے:

رَبِیْعَةُ صَاحِبُ مُعْضِلَاتِنَا، وَعالِمُنَا، وَاَفْضَلُنَا[1]

امام ربیعہ ہمارے مشکل اور اُلجھے ہوئے مسائل کو سلجھانے والے ہیں اور ہم میں علم والے اور سب سے زیادہ فضیلت والے ہیں۔

جب ہمیں پیچیدہ مسائل کا سامنا ہوتا ہے اور اُن کی گتھیاں سلجھانے سے ہم قاصر رہتے ہیں، اُس وقت ہمیں اُن مشکلات سے نکالنے والے ربیعہ ہوتے ہیں اس لئے کہ یہ ہم میں سب سے زیادہ علم والے ہیں اور ہم میں مرتبے کے اعتبار سے بھی سب سے افضل ہیں۔

ایک بہت اہم بات

یہاں ایک اور بات عرض کرنے کو جی چاہتا ہے جو بہت ہی اہم ہے، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور ربیعۃ الرّأی رحمۃ اللہ علیہ ایک زمانے کے ہیں، ربیعۃ الرّأی رحمۃ اللہ علیہ بڑے ہیں اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ چھوٹے، علم میں دونوں بہت بڑے ہیں، مگر امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اپنے زمانے کے ایک عالم کی کتنی اونچی تعریف کر رہے ہیں، ہمارے زمانے کے علماء میں سے ایسے کتنے افراد ہیں جن کی زبان سے کسی اور عالم کی تعریف میں کوئی اچھا کلمہ نکلتا ہے؟ اس پر بہت غور کرنے کی ضرورت ہے، ہمیں اپنے ساتھیوں کی، اپنی علمی برادری کے افراد کی غلطیاں تو فوراً نظر آجاتی

---

[1] تہذیب الکمال، ۲/۴۷۰

ہیں، بلکہ جو غلطی ان میں نہیں ہوتی وہ بھی ہمیں نظر آتی ہے، ہم کسی کی چھوٹی غلطی کی سو غلطیاں بنا کر اس کا چرچا کرتے ہیں، مگر ہمارے ساتھی عالم کی ایک خوبی بیان کرنے کی ہم میں ہمت نہیں ہوتی، ہمیں اپنے اسلاف کے عمل کو دیکھنا چاہئے، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے دور سے، تابعین، تبع تابعین، ائمۂ متقدمین ومتأخرین، اور پھر ہمارے اکابر، ان سب کی زندگیوں میں ہمیں یہ وصف نمایاں نظر آتا ہے کہ اُن میں کسی کی خوبی کو دیکھ کر اُس کا برملا اعتراف کرنے کی ہمت، جرأت اور بہادری تھی، اس کام کے لئے بڑی ہمت کی ضرورت ہوتی ہے، اس کے لئے گُردہ چاہئے، کتابوں میں اس کی بہت مثالیں موجود ہیں۔

ابن شہاب الزّہری رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں عمرو بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کی رائے

عمرو بن دینار رحمۃ اللہ علیہ ایک بڑے عالم تھے، ان کی مجلس میں ایک مرتبہ ابن شہاب الزّہری رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ آیا تو عمرو بن دینار رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

وَأَيُّ شَيْءٍ عِنْدَهُ؟

ابن شہاب کے پاس کیا ہے؟ کچھ بھی نہیں ہے۔

یہ تنقیدی تبصرہ اس لئے تھا کہ علم کی حفاظت ہو کہ بھائی! حدیث لینے میں فلاں اِس درجے کا ہے اور فلاں اِس درجے کا، فقہ کے مسائل میں فلاں اِس درجے کا اور فلاں اِس درجے کا، فلاں فلاں سے علم لینے میں احتیاط کرنا، تو عمرو بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کو ابن شہاب رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں جو خبر پہنچی تھی اُس کے مطابق وہ کہتے تھے کہ ابن شہاب کی علمی حیثیت کچھ نہیں ہے، حالانکہ ابن شہاب الزّہری رحمۃ اللہ علیہ کا بہت اونچا مقام ہے۔

ابن شہاب الزّہری رحمۃ اللہ علیہ کا مقام

آپ مدوّنِ حدیث ہیں، فنِّ حدیث کے شہسوار ہیں اور روحانیت اور بزرگی میں بھی اعلیٰ درجے کے مالک ہیں، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ابن شہاب رحمۃ اللہ علیہ کی دنیا میں نظیر نہیں ہے۔[1] اُن کے سوانح نگاروں نے لکھا ہے کہ جب اُن کا انتقال ہونے لگا تو وصیت کی کہ مجھے مقابرِ مسلمین میں دفن مت کرنا، مجھے کسی راستے کے کنارہ دفن کرنا۔[2] ایسا لگتا ہے کہ ان کے ذہن میں یہ بات ہوگی کہ آخرت کے لئے میرے پاس کچھ نہیں ہے، ہوسکتا ہے کہ گزرنے والوں میں سے اللہ تعالیٰ کا کوئی بندہ میرے لئے دعا کرے جس کی برکت سے میری نجات ہو جائے۔

جو جتنا بڑا ہوتا ہے وہ اُتنا ہی چھوٹا بن کر رہتا ہے، حضرت مجھ سے بہت بڑے ہیں، اس لئے چھوٹے بن کر میری تعریف کی اور یہ نہیں کہ اوپر اوپر سے، بڑے اپنے آپ کو ایسا ہی سمجھتے ہیں، اللہ تعالیٰ اُن کی مبارک زبان سے علماء کے اتنے بڑے مجمع میں نکلے ہوئے الفاظ کو میرے حق میں قبول فرمالیں اور آخرت میں نجات کا ذریعہ بنادیں، (آمین)، یہ ابن شہاب الزّہری رحمۃ اللہ علیہ اتنے بڑے آدمی تھے۔

عمرو بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کی حقیقت پسندی

ایک مرتبہ ابن شہاب الزّہری رحمۃ اللہ علیہ مکّہ مکرّمہ آئے، عمرو بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کو پتا چلا تو انہوں نے چاہا کہ ابن شہاب رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں جائیں، معذور ہونے کے باوجود اپنے

---

[1] سیر أعلام النبلاء، ۵/۳۳۶

[2] الطبقات الکبریٰ لابن سعد، ۵/۳۵۶

شاگردوں پر اصرار کیا کہ مجھے ابن شہاب الزّہری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس لے جاؤ۔ اللہ اکبر! ایسے شخص کے پاس جانا چاہ رہے ہیں جس کے بارے میں اُن کی رائے یہ ہے کہ وہ کچھ نہیں ہے، گئے اور ابن شہاب رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں بیٹھ گئے اور بہت دیر تک بیٹھے رہے۔

ابن شہاب رحمۃ اللہ علیہ علم کے آفتاب تھے، عمرو بن دینار رحمۃ اللہ علیہ جب مجلس سے واپس ہوئے تو شاگردوں نے پوچھا کہ ابن شہاب کو کیسا پایا؟ تو عمرو بن دینار رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا:

وَاللّٰهِ مَا رَأَيْتُ مِثْلَ هٰذَا الْقُرَشِيِّ قَطُّ

اللہ کی قسم! میں نے اس قُرشی جیسا شخص زندگی میں نہیں دیکھا۔[1]

صرف ایک مجلس سے اُن کی رائے بدلی اور اُس کے اظہار میں انہوں نے شرم محسوس نہیں کی، انہیں یہ خیال نہیں آیا کہ میں نے تو ان کے بارے میں یہ کہا تھا کہ وہ کچھ نہیں ہے، اب میں اپنے شاگردوں کو اس بات کے خلاف کس طرح کہوں؟ کچھ حیلے بہانے سے کام لوں کہ بھائی! ابھی تو ایک مجلس ہوئی ہے، ذرا دو چار مجلسیں اور دیکھیں گے پھر رائے قائم کریں گے، نہیں، فوراً فرمایا کہ اللہ کی قسم! میں نے ایسا عالم کبھی نہیں دیکھا۔

ابن شہاب رحمۃ اللہ علیہ اور ربیعۃ الرّائی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک دوسرے کے لئے احترام

اب ابن شہاب الزّہری رحمۃ اللہ علیہ اور ربیعۃ الرّائی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ سنئے! ابن شہاب الزّہری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ حضرت ربیعۃ الرّائی رحمۃ اللہ علیہ کا ہاتھ پکڑ لیا اور دونوں ایک کمرے میں چلے گئے، ان کی یہ مجلس فجر سے ظہر تک رہی، ظہر کے لئے نکلے، دوبارہ اندر چلے گئے، پھر مجلس عصر تک رہی، دونوں آپس میں علمی مذاکرہ اور بحث ومباحثہ کرتے رہے، ایک دوسرے کے علوم

---

[1] التمهيد لما فى الموطا من المعاني والمسانيد، ۳/۴

کو جانچنے کا موقع ملا، جب دونوں عصر کے وقت باہر نکلے تو علماء کا مجمع منتظر تھا کہ دیکھیں آج کیا ہوتا ہے، ابن شہاب الزّ ہری رحمۃ اللہ علیہ نے نکلتے ہی حضرت ربیعہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں کہا کہ میں نہیں سمجھتا کہ مدینہ منوّرہ میں ربیعہ کے پایے کا عالم ہے۔ حضرت ربیعہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ میں نہیں سمجھتا کہ کوئی شخص علم میں اُس درجے پر پہنچا ہو جس درجے پر ابن شہاب پہنچے ہیں۔[1]

دیکھو! یہ اِن کی تعریف کر رہے ہیں اور اِن کو سب سے افضل بتلا رہے ہیں اور وہ اُن کی تعریف کر رہے ہیں اور اُنہیں سب سے افضل کہہ رہے ہیں، حالانکہ دونوں ایک دوسرے کے معاصر ہیں، ہم اچھی طرح جانتے ہیں کہ معاصرت کتنا بڑا حجاب ہوتا ہے، بڑے چھوٹوں کی صلاحیت کو کسی حد تک تسلیم کر لیتے ہیں اور اسی طرح چھوٹے بھی بڑوں کی، مگر معاصر اور ہمعصر اپنے ساتھی کی حیثیت بڑی مشکل سے قبول کرتے ہیں، مگر یہ مخلصین کی جماعت تھی، یہ رجالُ اللہ اور رجالُ الآخرت تھے۔

نحو کے دو اماموں کا ایک دوسرے کی تعظیم کرنا

امام فرّاء رحمۃ اللہ علیہ اور امام اخفش رحمۃ اللہ علیہ دونوں نحو کے بڑے امام ہیں، عربیت اور لغت میں ان دونوں کا بڑا اونچا مقام ہے، امام فرّاء رحمۃ اللہ علیہ امام اخفش رحمۃ اللہ علیہ کو ملنے کی غرض سے گئے، امام اخفش رحمۃ اللہ علیہ اپنے شاگردوں کے ساتھ اپنی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے، ظاہر ہے کہ ان کے شاگرد کے دلوں میں اپنے استاد کا اعلیٰ درجے کا احترام تھا، اور ایسا ہونا بھی چاہئے، اپنے اساتذہ کو اور اپنے شیخ کو خوب احترام کی نظر سے دیکھنا چاہئے، لیکن امام اخفش رحمۃ اللہ علیہ نے جیسے ہی امام فرّاء رحمۃ اللہ علیہ کو داخل ہوتے ہوئے دیکھا تو اُنہوں نے اپنے شاگردوں سے کہا کہ

---

[1] تذکرۃ الحفاظ، ۱/ ۱۳۷

عربیت اور لغت کا سردار آ گیا۔ امام فرّاء رحمۃ اللہ علیہ نے یہ جملہ سنتے ہی فرمایا کہ نہیں، جب تک امام اخفش زندہ ہیں یہ نہیں ہوسکتا۔[۱]

یہ اِن کو سردار کہہ رہے ہیں اور وہ اُن کو سردار کہہ رہے ہیں، اور ہیں دونوں معاصر، سبحان اللہ! ایک دوسرے کے لئے کتنا احترام ہے! ایک دوسرے کی خوبیوں کا کس قدر اعتراف ہے! اصل میں ان حضرات کا تزکیہ ہو چکا تھا، یہ سب اپنی نظر میں چھوٹے تھے اس لئے ہر ایک دوسرے کو اپنے سے بڑا سمجھتا تھا۔

ہمارے زمانے میں اختلاف ہی اختلاف

ایک عالم نے مجھے بتلایا کہ انہوں نے حضرت مولانا ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ایک مرتبہ پوچھا کہ حضرت، پچھلے زمانے میں علماء میں وہ اختلاف اور وہ دوری نظر نہیں آتی جو ہمارے زمانے میں ہے۔

یہ تو کچھ سالوں پہلے کی بات ہے، اب تو اس میں بہت زیادہ اضافہ ہوگیا ہے، پہلے تو مختلف تنظیموں، جماعتوں اور اداروں کا آپس میں اختلاف رہتا تھا اب تو ہر فرد انجمن ہے، ہر شخص انجمن ہے، ہر ایک کی اپنی رائے، اپنا خیال، اور جماعتی اعتبار سے معلوم نہیں ہم کتنے حلقوں میں بٹے ہوئے ہیں،

فرقہ بندی ہے کہیں اور کہیں ذاتیں ہیں
کیا زمانے میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں

ایک مدرسے کے فضلاء دوسرے مدرسے کے فضلاء سے الگ، اسی طرح ایک شیخ کے

---

[۱] وفیات الأعیان، ۲/۳۸۱

مرید دوسرے شیخ کے مریدوں سے دور، ہمارے دل میں ہماری مادرِ علمی کی جتنی محبت ہوتی ہے وہ ظاہر ہے کسی اور ادارے کے لئے نہیں ہوگی، اس لئے کہ ہمیں سیرابی وہاں سے حاصل ہوئی ہے، مگر اس کا مطلب یہ نہیں کہ علوم کے دوسرے مراکز کو ہم نظر انداز ہی کر دیں، ہمارے اپنے شیخ کا ہماری نظروں میں جو مقام ہے، ظاہر ہے کہ اتنا کسی دوسرے کا نہیں ہوگا، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی نوّر اللہ مرقدہ نے فرمایا ہے کہ اللہ کے تمام اولیاء کسی جگہ جمع ہوں، ان میں ہمارے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی ہوں اور شیخ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ بھی ہوں تو ہم تو حضرت حاجی صاحب کے سامنے شیخ جنید یا کسی اور کی طرف التفات بھی نہ کریں، ہم تو حضرت حاجی صاحب ہی کے پاس بیٹھیں۔[۱]

تمام اکابر قابلِ احترام ہیں

یہ اس لئے کہ ہمیں روحانی دولت اپنے شیخ سے جتنی ملتی ہے وہ کسی اور سے نہیں، اور توحیدِ مطلب کے بھی کچھ تقاضے ہیں، مگر اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ وہ حضراتِ مشائخ جن کے ہم مرید نہیں ہیں وہ قابلِ احترام نہیں، وہ بھی اہل اللہ ہیں، مشائخِ حقہ میں سے ہیں، ہمارے اکابر ہیں، ان کا بھی سو فیصد احترام ہمارے دلوں میں ہونا ضروری ہے، ہمارے اپنے شیخ کا ایک ہزار فیصد احترام ہو، ایک لاکھ فیصد ہو، مگر جو دوسرے مشائخِ حقہ ہیں، صاحبِ نسبت حضرات ہیں، نیک لوگ ہیں جن پر بزرگوں نے اعتماد کیا ہے، دل میں اُن کا بھی کم از کم سو فیصد احترام ہونا چاہئے، اگر سو فیصد میں سے ایک فیصد بھی کم ہوگیا تو میں اُس کو بے ادبی اور گستاخی سمجھتا ہوں جس کا وبال بہت بُرا ہوسکتا ہے، احترام سب بزرگوں کا سو فیصد ہونا چاہئے۔

---

[۱] تاریخ مشائخ چشت، ص:۲۸۵، حضرت تھانوی کے پسندیدہ واقعات، ص:۱۸۶

جب تک ہم بٹے رہیں گے امت بکھری رہے گی

ہمیں ان خیالی حد بندیوں کو ختم کرنا چاہئے، اور اِنہیں کوئی باہر سے آ کر ختم نہیں کرے گا، خود ہمیں کوشش کر کے، محنت کر کے، تعصّب سے پاک ہو کر ان حد بندیوں کا خاتمہ کرنا پڑے گا، اس لئے کہ جب تک ہم بٹے رہیں گے امت بکھری رہے گی، دین کے ہزاروں مسائل ہیں، ان میں سے کسی ایک مسئلے میں اختلاف ہو گیا، اب غور کیجئے کہ کئی ہزار مسائل میں ہمارا اتفاق ہے اور اختلاف صرف ایک مسئلے میں ہے مگر افسوس کہ اُس کی وجہ سے اٹھنا بیٹھنا بند ہو جاتا ہے، تعلق و محبت ختم، ملاقات ہوتی ہے تو بالکل superficial (اوپر اوپر سے)، دیکھنے والوں کو بھی محسوس ہوتا ہے کہ ملنا جلنا مصلحت پر مبنی ہے، ایک دوسرے کو سینے سے بھی لگاتے ہیں، ایک دوسرے کی پیشانی کو چومتے بھی ہیں، مگر اِدھر بھی احساس ہوتا ہے کہ حجاب ہے اور اُدھر بھی احساس ہوتا ہے کہ حجاب ہے، میں ایک شعر عوام کو سنایا کرتا ہوں،

بے تکلف دن میں جو کھاتے تھے اُن کی عید کیا
چائے، سِگریٹ نوش فرماتے تھے اُن کی عید کیا
بغض وکینہ دل میں لے کے مل گئے تو عید کیا
عید کے دن بھی دل سے نہ دل ملے تو عید کیا

بڑے بڑے جلسوں میں ملتے ہیں، جنازوں میں ملتے ہیں، مگر وہ حجاب دور نہیں ہوتا، دل صاف نہیں ہوتا۔

حضرت مولانا ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا عجیب ارشاد

تو حضرت مولانا ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ایک عالم نے پوچھا کہ آج کل علماء میں

اختلاف بہت زیادہ ہے، اس کی کیا وجہ ہے؟ پہلے تو بہت کم تھا، بالکل نہ ہونے کے برابر۔ حضرت نے فرمایا کہ مولوی صاحب! اصل بات یہ ہے کہ پچھلے زمانے میں چھوٹے لوگ رہتے تھے اور چھوٹوں میں سے کسی کو بڑا بنانا پڑتا تھا کہ بھائی! آپ بڑے ہیں آپ نماز پڑھائیں، آپ بڑے ہیں آپ صدارت قبول کیجئے، تو وہاں کھینچا تانی نہیں ہوتی تھی اس لئے کہ جو چھوٹا ہوتا ہے وہ یہی چاہتا ہے کہ دوسرے کو آگے بڑھایا جائے، ایسی صورت میں ہر شخص دوسرے کو بڑا سمجھتا ہے اس لئے ہر ایک کا دل میں احترام ہوتا ہے، تو فرمایا کہ پہلے سب چھوٹے تھے اور چھوٹوں میں سے کسی ایک کو بڑا بنانا بہت آسان تھا، اب ہمارے زمانے میں سب بڑے ہیں، ان بڑوں میں سے کس کو بڑا بنایا جائے؟ ظاہر ہے کہ اختلاف ہوگا۔

حضرت نے حبِّ جاہ کی طرف اشارہ فرمایا، اور ظاہر ہے کہ حبِّ جاہ کی وجہ سے کبر اور حسد بھی آجاتا ہے، اسی وجہ سے ہم کسی کے کمالات کا اعتراف نہیں کر سکتے، عرض یہ کر رہا تھا کہ جو بڑے تھے وہ سب ایک دوسرے کا خوب احترام کرتے تھے اور ایک دوسرے کی برتری کو تسلیم کرتے تھے۔

امام نافع رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سالم رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی میں کبھی فتویٰ نہیں دیا

حضرت سالم رحمۃ اللہ علیہ اور امام نافع رحمۃ اللہ علیہ دونوں کی عمر قریب قریب تھی اور دونوں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے بہت استفادہ کیا تھا، اور دونوں بڑے اونچے درجے کے صاحبِ علم تھے، مگر جب تک حضرت سالم رحمۃ اللہ علیہ زندہ رہے اس وقت تک امام نافع رحمۃ اللہ علیہ نہ فتویٰ دیتے

تھے نہ حدیث سناتے تھے۔[۱]

سہل تُستری رحمۃ اللہ علیہ کا امام ابوداود رحمۃ اللہ علیہ کو بوسہ دینا

حضرت سہل بن عبد اللہ تُستری رحمۃ اللہ علیہ مشہور مشائخِ کبار میں سے ہیں، یہ اور امام ابوداود رحمۃ اللہ علیہ دونوں معاصر ہیں، ایک مرتبہ وہ امام ابوداود رحمۃ اللہ علیہ کو ملنے گئے، امام ابوداود رحمۃ اللہ علیہ نے بڑے احترام سے ان کا استقبال کیا اور اپنے پاس بٹھایا، حضرت سہل رحمۃ اللہ علیہ نے امام ابوداود رحمۃ اللہ علیہ سے کہا:

لِيْ إِلَيْكَ حَاجَةٌ
میں ایک ضرورت لے کر آیا ہوں۔

امام ابوداود رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ بتلائے۔ حضرت سہل رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ پہلے وعدہ کرو کہ آپ اس حاجت کو اگر ممکن ہوگا تو ضرور پوری کریں گے۔ امام ابوداود رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ ممکن ہونے کی شرط کے ساتھ وعدہ کرتا ہوں۔ حضرت سہل رحمۃ اللہ علیہ نے کہا:

اَخْرِجْ إِلَيَّ لِسَانَكَ الَّذِيْ تُحَدِّثُ بِهِ أَحَادِيْثَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى أُقَبِّلَهُ
آپ میرے لئے اپنی وہ مبارک زبان نکالئے جس سے آپ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیثوں کو بیان کرتے ہیں، اس لئے کہ میرا جی چاہتا ہے کہ اس کو چوموں۔

چونکہ وعدہ کر چکے تھے اس لئے امام ابوداود رحمۃ اللہ علیہ نے زبان نکالی اور حضرت سہل رحمۃ اللہ علیہ

---

[۱] سير أعلام النبلاء، ۵/ ۲۷۳

نے اسے چوما۔[1]

یہ اِن حضرات کے آپس کے احترام ومحبت والے تعلقات ہیں، اور ہمارا حال یہ ہے کہ ایک دوسرے کے پاس صرف جانا اور ملاقات کرنا بھی بہت مشکل معلوم ہوتا ہے، خیال آتا ہے کہ مجھے کسی نے اس کے پاس جاتے ہوئے دیکھ لیا تو سمجھے گا کہ یہ جانے والا چھوٹا ہے اور وہ دوسرا بڑا، ہم نے معیار ہی غلط مقرّر کرلیا ہے۔

سعید بن مسیّب رحمۃ اللہ علیہ کا مقامِ بلند

سعید بن مسیّب رحمۃ اللہ علیہ جلیل القدر تابعی ہیں، آپ کو حَمَامَةُ الْمَسْجِدِ (مسجد کا کبوتر) کا لقب دیا گیا تھا،[2] اس لئے کہ وقت کا ایک بڑا حصّہ مسجدِ نبوی میں گزارتے تھے، آپ پر چالیس سال ایسے گزرے کہ پانچوں نمازوں میں اذان سے پہلے مسجد میں پہنچ جایا کرتے تھے۔[3] جب مسجدِ نبوی جنگِ حرّہ کے بعد چند دنوں کے لئے بند رہی تو آپ مسجد میں اکیلے رہ گئے، اللہ تعالیٰ کو یہ منظور ہوگا کہ مسجدِ نبوی میں کم سے کم ایک آدمی تو نماز پڑھے، تو آپ اندر رہ گئے، روشن دان، کھڑکیاں سب کچھ بند تھا اس لئے پتا نہیں چل رہا تھا کہ وقت کیا ہے؟ اندھیرا تھا، مثلِ اوّل، مثلِ ثانی، غروب، طلوع وغیرہ کا پتا لگانا مشکل تھا، سب سے پہلی نماز کا وقت جب آیا تو روضۂ پاک سے اذان شروع ہوئی، آپ نے نماز پڑھ لی، فرماتے ہیں کہ ان دنوں میں میرے علاوہ مسجد میں کوئی نہیں تھا، جب بھی نماز کا وقت ہوتا تو قبر مبارک سے اذان کی آواز آتی، میں آگے بڑھ کر اقامت کہتا اور اکیلا ہی نماز پڑھتا۔[4]

---

[1] سیر أعلام النبلاء، ۲۱۳/۱۳

[2] قوت القلوب، ۱۶۸/۲

[3] تهذيب التهذيب، ۴۵/۲

[4] سیر أعلام النبلاء، ۱۲۹/۵

بہت اونچے درجے کے پرہیز گار شخص تھے، بعض حضرات نے لکھا ہے کہ چالیس سال اور بعض حضرات نے لکھا ہے کہ پچاس سال تک تکبیرِ اولیٰ فوت نہیں ہوئی۔[1] پھر مزید یہ کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے داماد، کتنا اکتسابِ فیض کیا ہوگا؟ احادیث کی سندوں میں جگہ جگہ ان کا نام آتا ہے، اسی طرح فقہ میں بھی ان کی رائے ہر جگہ ملتی ہے، علم وعمل دونوں میں بہت اونچا مقام رکھتے تھے۔

ابن المسیّب رحمۃ اللہ علیہ کے دل میں سلیمان بن یسار رحمۃ اللہ علیہ کا احترام

اس جلالتِ شان کے باوجود جب کوئی آپ کے پاس علمی سوال لے کر حاضر ہوتا تھا تو فرماتے کہ سلیمان بن یسار رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جاؤ اس لئے کہ وہ ہمارے زمانے کے لوگوں میں سب سے زیادہ علم رکھتے ہیں۔[2] دوسری طرف سلیمان بن یسار رحمۃ اللہ علیہ ان کو بَقِیَّۃُ النَّاسِ کہتے تھے۔[3]

یہ آپس کا احترام تابعین میں بھی تھا اور تبع تابعین میں بھی تھا اور بعد کے تمام رجالُ الآخرت میں پایا جاتا ہے، دراصل یہ خصوصیت صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے دور سے منتقل ہوتی چلی آرہی ہے۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کا آپس میں ایک دوسرے کا احترام

بخاری شریف میں ایک واقعہ ہے، حضرت ابو موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ کو کسی نے میراث کا ایک مسئلہ پوچھا، انہوں نے جواب دیا کہ فلاں کو اتنا ملے گا اور فلاں کو اتنا ملے گا، اور پھر کہا

---

[1] تاریخ الإسلام ووفیات المشاهیر والاعلام، ۴/۱۱۰۴، قوت القلوب، ۲/۱۶۸

[2] سیر أعلام النبلاء، ۵/۲۶۴

[3] سیر أعلام النبلاء، ۵/۲۶۴

کہ تم ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤ، وہ بھی یہی فتویٰ دیں گے۔ سوال یہ ہے کہ اگر ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کے بارے میں اتنا یقین تھا کہ آپ بھی وہی فتویٰ دیں گے تو ان کے پاس بھیجنے کی ضرورت کیا تھی؟ ہوسکتا ہے کہ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کی یہ چاہت ہو کہ مستفتی اور سائل کے لئے حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی استفادے کی راہ ہموار ہو، سائل وہاں چلا گیا اور پوری صورتِ حال بیان کی کہ میں نے حضرت ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ کے سامنے یہ سوال رکھا، انہوں نے مجھے یہ جواب دیا اور کہا کہ تم وہاں جا کر پوچھو، یہی جواب ملے گا، تو ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

> لَقَدْ ضَلَلْتُ اِذاً، وَمَا أَنَا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ
>
> اگر میں وہی جواب دوں تب تو غلطی میں پڑ جاؤں گا اور سیدھی راہ پر نہیں رہ سکوں گا۔

مطلب یہ تھا کہ ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے غلطی ہوئی ہے، اس کے بعد حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ نے جواب بتلایا۔

سوچو میرے ساتھیو! کیا اس طرح کا حوصلہ ہمارے پاس ہے؟ ہمارے پاس اگر کوئی سائل آئے اور ہمیں سوال کا جواب معلوم ہو تو کیا جواب دے کر ہم اسے کسی اور عالم یا مفتی کی طرف رجوع کرنے کا مشورہ دیں گے؟ اگر کوئی با حوصلہ عالم یا مفتی ہمارے پاس کسی کو بھیجے اور اس کا جواب غلط ہو تو کیا ہم بھی اتنی بے تکلفی سے کہہ سکیں گے کہ جواب غلط ہے؟ خوف محسوس ہوگا کہ کہیں جھگڑا نہ شروع ہو جائے، لیکن وہاں یہ بات نہیں تھی، حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ نے غلط کہہ کر صحیح جواب دے دیا، سائل حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس واپس پہنچا اور کہا

کہ حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ نے تو یہ فرمایا۔ اب دیکھئے کہ ابو موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ کا کیا رویہ رہا؟ آپ نے تمام حاضرین کو مخاطب کر کے کہا:

لَا تَسْئَلُونِّیْ مَادَامَ هٰذَا الْحَبْرُ فِيْكُمْ[1]

تم مجھ سے مسائل کے بارے میں ہرگز سوال نہ کرنا جب تک یہ علاّمہ تم میں موجود ہیں۔

اب تک وہ واقعات بیان ہوئے جن سے بڑوں کے لئے چھوٹوں کا احترام یا معاصرین کا ایک دوسرے کے لئے احترام سامنے آیا، مگر ہمارے اسلاف ایسے مصفّٰی اور مجلّٰی تھے کہ بڑوں کو بھی چھوٹوں کے ساتھ احترام سے پیش آنے میں کوئی دقت نہیں ہوتی تھی۔

ابنِ عمر رضی اللہ عنہما کا اپنے بیٹے سالم رحمۃ اللہ علیہ کو احترام میں بوسہ دینا

حضرت سالم رضی اللہ عنہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے صاحب زادے ہیں، مدینہ منوّرہ کے فقہاءِ سبعہ میں سے تھے، بڑے صاحبِ علم وفضل تھے، حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی جب اپنے اس بیٹے سے ملاقات ہوتی تھی تو پیشانی پر بوسہ دیتے تھے، عرب حضرات کے یہاں پیشانی پہ بوسہ دینا علم وفضل کا اعتراف ہے، تو حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اپنے بیٹے سالم کو پیشانی پر بوسہ دیتے تھے اور فرماتے تھے:

شَيْخٌ يُقَبِّلُ شَيْخًا[2]

ایک شیخ دوسرے شیخ کو بوسہ دے رہا ہے۔

---

[1] صحیح البخاری، کتاب الفرائض، باب میراث ابنةِ الابن مع بنت، ح(۶۷۳۶)

[2] سیر أعلام النبلاء، ۵/۲۷۲

ابنِ عمر رضی اللہ عنہما کا عامرِ شعبی رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلے میں اعتراف

ایک مرتبہ امام عامرِ شعبی رحمۃ اللہ علیہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غزوات پر گفتگو فرما رہے تھے کہ فلاں غزوے میں یوں ہوا اور فلاں میں یوں ہوا، فلاں غزوہ فلاں سن میں ہوا تھا اور اس میں اتنے صحابہ تھے وغیرہ؛ غزوات کی تفصیلات بیان فرما رہے تھے، عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا وہاں سے گزر ہوا، سن کر آپ نے فرمایا کہ یہ صاحب اِن واقعات کو اس طرح بیان کر رہے ہیں کہ گویا یہ خود بھی ہمارے ساتھ موجود تھے، یہ واقعات مجھے اس طرح یاد نہیں جس طرح انہیں یاد ہیں اور مجھ سے زیادہ ان واقعات کا ان کو علم ہے۔[1]

ایک صحابی ایک تابعی کے بارے میں یہ کہہ رہے ہیں کہ میرے دیکھے ہوئے واقعات کی جو تفصیل ان صاحب کے پاس ہے وہ میرے پاس نہیں ہے، گویا لوگوں کو متوجہ کر رہے ہیں کہ امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ سے استفادہ کرنا چاہئے۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ امام ذُہلی رحمۃ اللہ علیہ کے لئے کھڑے ہوگئے

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ اپنے شاگردوں کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ امام محمد بن یحییٰ ذُہلی رحمۃ اللہ علیہ آئے، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ عمر میں بھی بڑے اور مرتبے میں بھی، امام ذُہلی رحمۃ اللہ علیہ کے آنے پر امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ احتراماً کھڑے ہوگئے، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے کھڑے ہونے کو دیکھ کر پوری مجلس کو تعجب ہوا، اس سے بھی پتا چلتا ہے کہ دونوں کے مرتبے میں فرق تھا، اسی لئے تو پوری مجلس کو امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے کھڑے ہونے پر تعجب ہوا، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے احترام کے ساتھ ان کا استقبال کیا، پھر اسی پر بس نہیں کیا بلکہ جب امام ذُہلی رحمۃ اللہ علیہ چلے گئے تو امام احمد

---

[1] سير أعلام النبلاء، ٥/ ١٧٨

رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے بیٹوں سے اور اپنے شاگردوں سے کہا کہ امام ذُہلی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جا کر ان سے حدیثیں لکھو۔[1]

یہ آپس کے احترام کا معاملہ متقدمین کی طرح متأخرین کی زندگیوں میں بھی نظر آتا ہے یہاں تک کہ ہمارے اکابر کی زندگیوں میں بھی یہ خوبی بہت نمایاں طور پر نظر آتی ہے، اس سلسلے کے کئی واقعات ہیں، یہاں ایک واقعہ عرض کرنے پر اکتفا کرتا ہوں۔

حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ اور مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ایک دوسرے کے لئے احترام

حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا تقسیمِ ہند کے بارے میں اختلاف تھا، مگر اس اختلاف کے باوجود دونوں طرف سے احترام میں کمی نہیں تھی، مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم ارشاد فرماتے ہیں کہ جب کبھی ہمارے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس اختلاف کا ذکر فرماتے اور حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ ہوتا تو حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے علمی اور عملی کمالات کا تذکرہ ضرور کرتے تھے کہ آپ ایسے تھے اور ایسے تھے، مفتی تقی صاحب دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ مجھے یاد نہیں پڑتا کہ تقسیمِ ہند کے بارے میں اختلاف کا ذکر آیا ہو اور اس سلسلے میں حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ کرتے ہوئے والد صاحب نے آپ کے کمالات کو بیان نہ کیا ہو۔[2]

ان دونوں بزرگوں کا ایک فقہی مسئلے میں بھی اختلاف تھا، حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ چمڑے کے علاوہ کے موٹے موزے پہن کر ان پر مسح کرتے تھے، حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ

---

[1] تذکرۃ الحفاظ، ۸۱/۲

[2] اشاعت خصوصی البلاغ بیادِ فقیہ ملت حضرت مفتی محمد شفیع صاحب، مفتیٔ اعظم پاکستان قدس سرّہ، ص:۳۲۰

کی رائے یہ تھی کہ ان پر مسح جائز نہیں، حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کو جب پتا چلا تو دارالافتاء میں جا کر کتبِ فقہ سے اپنی تائید میں عبارات نکال کر پیش کیں، مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو تشفی نہیں ہوئی اور اپنی رائے پر قائم رہے، حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ بھی اپنی رائے پر قائم رہے کہ ان موزوں پر بھی مسح جائز ہے، وضوء درست ہوگا اور نماز میں کوئی خلل واقع نہیں ہوگا۔

ایک مرتبہ ایک جگہ دونوں بزرگ جمع تھے، دارالعلوم کے اساتذہ بھی تھے، حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ بڑے تھے، آپ نے مغرب کی نماز کے لئے وضوء فرمایا اور ان موزوں پر مسح فرمایا اور وضوء سے فارغ ہوکر فرمایا کہ مفتی محمد شفیع صاحب کے نزدیک تو یہ مسح جائز نہیں ہے۔ مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بے تکلفی سے عرض کیا جی ہاں، اور آپ کے پیچھے اس وقت نماز نہیں پڑھوں گا۔ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ جانتے تھے کہ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ سب میں بڑے ہیں اس لئے نماز کے لئے انہی سے کہا جائے گا، حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ مٹے ہوئے تھے، بے تکلفی سے فرمایا کہ آپ کے پیچھے میری نماز ہوجائے گی اس لئے آپ نماز پڑھائیں اور میں مقتدی ہو جاؤں گا۔

اللہ اکبر! یہ حضرات کتنے بلند مقام والے تھے! یہ خیال نہیں آیا کہ میں بڑا ہوں، مجھے لوگ آگے کریں گے، میں نماز پڑھالوں گا، مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنی نماز الگ سے پڑھ لیں گے، نہیں، آپ نے فرمایا کہ مفتی صاحب امام بن جائیں۔[1]

میرے بھائیو! چونکہ یہ دونوں حضرات ہمارے بڑے ہیں، دونوں کا ہمارے دلوں میں احترام ہے اس لئے ہمارے لئے یہ ایثار کیا معنی رکھتا ہے وہ سمجھنا بہت مشکل ہے، ہمیں اُس دور میں جانا پڑے گا جب یہ دونوں زندہ تھے، اور حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ مفتی شفیع رحمۃ اللہ علیہ کے

[1] معارفِ مفتیٔ اعظم، ص: ۲۴۳

بڑے سمجھے جاتے تھے، اُس وقت یہ کہنا کہ مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی رائے اس مسئلے میں چونکہ ہم سے الگ ہے اس لئے ان کی نماز ہمارے پیچھے نہیں ہوگی، لیکن ہماری ان کے پیچھے ہوجائے گی، اس لئے مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نماز پڑھائیں، یہ بہت بڑی بات ہے، اس سے بے نفسی کا بھی پتا چلتا ہے اور اس بات کا بھی کہ آپس میں ایک دوسرے کا احترام کتنا تھا۔

سب کا احترام اور گروہ بندی سے اجتناب

تو ایک بات یہ ہے کہ حد بندی اور گروہ بندی کو ہمیں ختم کرنا ہے، جس عالمِ دین پر بھی ہماری نظر پڑے ہمیں ایسا محسوس ہونا چاہئے کہ یہ ہماری برادری کا فرد ہے اور ہمارا ہے، اس وقت صورتِ حال یہ ہے کہ کسی سے کسی ایک مسئلے میں اختلاف ہوگیا تو بس تعلق ہی ختم، اس ایک مسئلے میں اختلاف کی وجہ سے اس شخص کی دوسری ہزاروں خوبیوں کو ہم کیسے نظر انداز کرسکتے ہیں؟ ہوسکتا ہے وہ اہل اللہ میں سے ہو، پتا نہیں اللہ تعالیٰ کے یہاں اس کا کیا مقام ہے؟ مگر یہ سب چیزیں ایک طرف رہ جاتی ہیں، اب اُس کی ہر چیز کو منفی نظر سے دیکھو، ہر معاملے میں مخالفت کرو، ہر چیز میں کیڑا تلاش کرو، ہم ایک دوسرے کی غیبت میں ایسے مبتلا ہوجاتے ہیں کہ ہم میں سے کسی کی عزت محفوظ نہیں رہتی، تہمتوں تک نوبت آجاتی ہے۔

تو میرے عزیزو! ایک بات یہ ہوئی کہ تعصّب، تحزّب اور گروہ بندی کو ختم کیا جائے، اور دوسری بات یہ کہ ایک دوسرے کا احترام ہو، بڑوں کا بھی، چھوٹوں کا بھی اور ہمعصروں کا بھی، اور اگر کسی مسئلے میں اختلاف ہوجائے تو اس کی وجہ سے خلیج نہیں پیدا ہونی چاہئے، ٹھیک ہے، ایک مسئلے میں ہمارا آپ کا اختلاف ہے، مگر اٹھنا بیٹھنا، ملنا جُلنا جاری رہنا چاہئے، ایک دوسرے کے لئے خیر خواہی اور ہمدردی کے جذبات باقی رہنے چاہئے اور ایک دوسرے کے

احترام کا پورا لحاظ رکھنا چاہئے۔

ایک قیمتی بات

تربیت کرنے والوں نے تو یہاں تک تربیت کی ہے کہ جب تم کسی کو کوئی غلط کام کرتے ہوئے دیکھو اور اس کے آدھ گھنٹے، پون گھنٹے بعد تمہاری اس سے دوبارہ ملاقات ہو، تو دل میں اس کے بارے میں بُرا خیال مت لاؤ اس لئے کہ ہوسکتا ہے کہ وہ توبہ کر چکا ہو، یہ بات صرف کسی عالم کے لئے نہیں ہے، بلکہ ہر شخص کے بارے میں ہے، اگر کسی عام آدمی کو بھی غلط کام کرتے ہوئے دیکھو، مثال کے طور پر شراب پیتے ہوئے، اور پھر کسی دوسرے وقت میں تمہاری اس پر نظر پڑے تو دل میں یہ خیال مت لاؤ کہ یہ شرابی ہے، اس لئے کہ ممکن ہے کہ وہ توبہ کر کے اللہ تعالیٰ کا دوست بن چکا ہو، ایک عام آدمی کے بارے میں جب یہ احتیاط ہے، تو حضراتِ علماءِ کرام کے بارے میں ہمیں کتنا حسنِ ظن رکھنا چاہئے۔

آپس میں احترام نہ کر کے ہم اپنا ہی نقصان کر رہے ہیں

اگر آپس میں ہم ایک دوسرے کا احترام نہیں کریں گے، ایک دوسرے کے ساتھ حسنِ ظن کا معاملہ نہیں کریں گے تو ہم خود اپنے پاؤں پر کُلھاڑی مار رہے ہیں اس لئے کہ تمام علماء ایک جسم کے مانند ہیں، لہٰذا ہر عالم ہمارا اپنا ہی حصہ ہے، ہمارے اپنے ہی بدن کا عضو ہے، اگر ہم اسے کاٹیں گے تو خود کو نقصان پہنچے گا، آپس میں ایک دوسرے کے احترام اور عزّت میں سب کی عزّت بڑھے گی اور سب کا احترام بڑھے گا، اس لئے ایک دوسرے کی خوبیوں کا اعتراف بھی کرنا چاہئے اور ایک دوسرے کا احترام بھی۔

آمدم برسرِ مطلب

تو بات یہ چل رہی تھی کہ بڑے بڑے علماء نے امام ربیعۃ الرّ ائی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں اونچے کلمات کہے ہیں، اور مقصد میرا امام ربیعہ رحمۃ اللہ علیہ کا مقام بیان کرنا تھا مگر بیچ میں اور بھی باتیں آ گئیں، خیر، اب وقت چونکہ کم رہ گیا ہے اس لئے میں امام ربیعۃ الرّ ائی رحمۃ اللہ علیہ کا وہ ملفوظ اور اس کا مطلب اختصار کے ساتھ بیان کردوں، جس کو بیان کرنے کا ارادہ تھا، جو آج کی گفتگو کا مقصود تھا، اللہ تعالیٰ شانہ اگر موقع نصیب فرمائیں گے تو جو سبق باقی رہ گیا ہے اسے کسی اور موقع پر سنانے کی کوشش کروں گا۔

امام ربیعۃ الرّ ائی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد

امام ربیعۃ الرّ ائی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

لَایَنْبَغِیْ لِأَحَدٍ عِنْدَہٗ شَیْئٌ مِنَ الْعِلْمِ أَنْ یُّضَیِّعَ نَفْسَہٗ[1]

کسی ایسے شخص کے لئے جس کے پاس علم کا کچھ بھی حصہ ہو مناسب نہیں ہے کہ وہ اپنے آپ کو ضائع کرے۔

ایسا شخص جس کے پاس تھوڑا سا بھی علم ہو، کسی بھی درجے کا صاحبِ علم ہو، اس کے لئے مناسب نہیں ہے کہ وہ اپنے آپ کو ضائع کرے، اب سوال یہ ہے کہ ایک عالم اپنے آپ کو کس طرح ضائع کرسکتا ہے؟ کن کاموں کو کرے گا تو وہ ضائع ہوگا؟ ضائع ہونے سے بچنے کے لئے اسے کن باتوں کا اہتمام کرنا چاہئے؟ امام ربیعۃ الرّ ائی رحمۃ اللہ علیہ اربابِ علم کو کیا کہنا چاہ رہے ہیں؟ اس سلسلے میں علماء نے مختلف چیزیں بیان کی ہیں۔

---

[1] صحیح البخاری، کتاب العلم، باب رفع العلم و ظهور الجهل

علم کو مال کا ذریعہ نہ بنائے

ایک یہ کہ عالم کو چاہئے کہ وہ علم کو حصولِ مال کا ذریعہ بنا کر اپنے آپ کو ضائع نہ کرے، علم کو حصولِ مال کا ذریعہ نہ بنائے اس لئے کہ اگر علم کو حصولِ مال کا ذریعہ بنائے گا تو وہ ضائع ہوجائے گا، یہ علم آخرت کے لئے ہے اور اس سے آخرت ہی طلب کرنی چاہئے، بڑے افسوس کی بات ہوگی اگر اس علم سے دنیا کمائی جائے، ملاّ علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے مرقاۃ میں حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں لکھا ہے کہ انہوں نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ رسّی کے ساتھ کچھ کرتب دکھا رہا تھا، آپ رک گئے اور اپنے شاگردوں سے فرمایا:

هٰذَا أَحْسَنُ مِنْ أَصْحَابِنَا فَإِنَّهٗ يَأْكُلُ الدُّنْيَا بِالدُّنْيَا، وَأَصْحَابُنَا يَأْكُلُوْنَ الدُّنْيَا بِالدِّيْنِ[1]

یہ ہماری برادری سے بہت اچھا ہے اس لئے کہ یہ دنیا کے ذریعے دنیا کما رہا ہے جب کہ ہماری برادری کے لوگ دین کے ذریعے دنیا حاصل کرتے ہیں۔

تو پہلی بات یہ ہے کہ کسی عالم کے لئے مناسب نہیں ہے کہ وہ اپنے علم کو حصولِ مال کا ذریعہ بنا کر اپنے آپ کو ضائع کرے۔

علم کو امراء کے تقرّب کا ذریعہ نہ بنائے

دوسرا مطلب یہ ہے کہ علم کو امراء اور اہلِ ثروت کے تقرّب کا ذریعہ بنا کر اپنے آپ کو ضائع نہیں کرنا چاہئے، علم کی وجہ سے ایک حیثیت ہوگئی، امام ہے، شیخ ہے، شیخ الحدیث ہے، قاضی ہے،

---

[1] مرقاۃ المفاتیح، ۱/۱۰۲

مہتمم ہے وغیرہ، سب ہی چاہتے ہیں کہ تعلق پیدا ہو، غریب بھی آتے ہیں، امیر بھی آتے ہیں، عام لوگ بھی آتے ہیں اور اربابِ حکومت بھی آتے ہیں، اب سب کی طرف برابر توجہ رکھنے کے بجائے امراء اور اہلِ مال کی طرف توجہ زیادہ ہے اور ان کا تقرّب حاصل کرنے کی فکر اور کوشش رہتی ہے، یہ بھی عالم کا اپنے آپ کو ضائع کرنا ہے۔

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا:

أَنَا لَا أُذِلُّ الْعِلْمَ وَلَا أَحْمِلُهُ إِلَى أَبْوَابِ السَلَاطِيْنِ[1]

میں علم کو ذلیل نہیں کروں گا اور میں اسے لے کر امراء وسلاطین کے دروازے پر نہیں جاؤں گا۔

اربابِ علم کو اس بات کی پوری کوشش کرنی چاہئے کہ امت کے تمام افراد کو برابری کی نگاہ سے دیکھیں اور ہر ایک کو اپنے علم سے سیراب کرنے کی سعی کریں، اپنے نفس پر کڑی نظر نہ رکھنے کی وجہ سے کبھی اس سلسلے میں غلطی ہو جاتی ہے اور اہلِ ثروت کو جتنی توجہ ملتی ہے اتنی غریبوں کو نہیں ملتی حالانکہ غریب بیچارے صرف دین سیکھنے کی غرض سے آتے ہیں جن کی وجہ سے ہماری آخرت سنورتی ہے، اور یہ عجیب بات ہوگی کہ ایسے لوگوں سے اعراض کیا جائے یا بے پرواہی کا معاملہ کیا جائے، جہاں تک اہلِ مال اور اربابِ منصب کا تعلق ہے تو ان کی طرف بھی دین پہنچانے کی غرض سے توجہ کرنی چاہئے لیکن اس میں اس خطرے کو نظر انداز نہیں کرنا چاہئے کہ دل میں مال یا جاہ کی لالچ آجانے سے آخرت کے نقصان کا اندیشہ ہے۔

علم کی حفاظت کرنی چاہئے

ایک اور مطلب یہ ہے کہ حاصل شدہ علم کو بھول کر اپنے آپ کو ضائع نہیں کرنا چاہئے، جو شخص

---

[1] إرشاد الساري، ۵۵/۱

علم کو حاصل کرتا ہے اور پھر بھول جاتا ہے، یہ بھی اپنے آپ کو ضائع کرنا ہے، اب حاصل شدہ علم کو نسیان سے کیسے بچایا جائے؟ اس پر عمل کر کے اور اُس کی اشاعت وتبلیغ میں مشغول رہ کر، اگر علم پر عمل نہیں ہوگا اور اُس کی اشاعت کی فکر نہیں ہوگی تو علم ضائع ہو جائے گا، اور محنت سے حاصل کئے ہوئے علم کو ضائع کرنا اپنے آپ کو ضائع کرنا ہے۔

خلاصہ

اب خلاصہ یہ نکلا کہ کسی بھی صاحبِ علم کے لئے یہ بالکل مناسب نہیں ہے کہ وہ علم کی دولت کو حصولِ مال کا ذریعہ بنا کر یا اہلِ ثروت اور امراء کے تقرّب کا ذریعہ بنا کر یا علم پر عمل کو چھوڑ کر، اُس کی تعلیم وتبلیغ کو چھوڑ کر، اُسے بھول کر اپنے آپ کو ضائع کرے، ان باتوں کی طرف ہمیں توجہ کرنی چاہئے اور اپنی حفاظت کی فکر رہنی چاہئے، دنیا سے بے رغبتی ہو، امراء سے استغناء ہو، علم پر خوب عمل ہو اور دوسروں تک پہنچانے کی رات دن فکر ہو۔

اللہ تعالیٰ شانہ ان باتوں کو سب سے پہلے میرے لئے اور اس کے بعد آپ سب ہی دوستوں کے لئے نافع بنائیں، اللہ تعالیٰ آپ سب حضرات کو بہت ہی جزائے خیر دیں کہ میرے جیسے بے علم وعمل کی ہمت افزائی فرمائی اور ذرّہ نوازی فرمائی اور بالخصوص حضرت دامت برکاتہم سمیت اِن اکابر علماء کا میں بہت شکر گزار ہوں جو آج ہی نہیں بلکہ ہمیشہ شفقت فرماتے رہتے ہیں، آپ دوستوں سے بھی درخواست کرتا ہوں اور ان بزرگوں سے بھی کہ بندے کے لئے دعا فرماتے رہیں۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَأَصْحَابِهٖ أَجْمَعِيْنَ

ماٰخذومراجع

شمار	کتاب	مصنف/مرتب	ناشر
۱	إرشاد الساری	العلّامة القسطلانی	دار الكتب العلمية، بيروت
۲	مرقاة المفاتيح	ملّا علی القاری	دار الكتب العلمية، بيروت
۳	التمهيد	الإمام الحافظ عبد البر	دار الكتب العلمية، بيروت
۴	تذكرة الحفاظ	العلّامة الذهبی	دار إحياء التراث العربی، بيروت
۵	تهذيب التهذيب	العلّامة ابن حجر العسقلانی	دار الكتب العلمية، بيروت
۶	ميزان الاعتدال	العلّامة الذهبی	دار المعرفة، لبنان
۷	سير أعلام النبلاء	العلّامة الذهبی	دار الحديث، القاهرة
۸	تهذيب الكمال	الحافظ المزّی	مؤسسة الرسالة، بيروت
۹	وفيات الأعيان وأنباء أبناء الزمان	محمد بن إبراهيم بن أبي بكر بن خلكان	دار صادر، بيروت
۱۰	الطبقات الكبرٰی	ابن سعد	دار الكتب العلمية، بيروت
۱۱	تاريخ الإسلام ووفيات المشاهير والأعلام	العلّامة الذهبی	دار الغرب الاسلامی، تونس
۱۲	مناقب الإمام أبی حنيفة و صاحبيه	العلّامة الذهبی	لجنة إحياء المعارف النعمانی،الهند
۱۳	قوت القلوب	أبو طاهر المكّی	دار الكتب العلمية، بيروت
۱۴	دوائے دل	حضرت مولانا اشرف علی تھانوی	ادارہ تاٗلیفاتِ اشرفیہ، ملتان
۱۵	حضرت تھانوی کے پسندیدہ واقعات	ابوالحسن اعظمی	مکتبہ صوت القرآن، دیوبند
۱۶	تاریخ مشائخ چشت	حضرت شیخ محمد زکریا کاندھلوی	مکتبۃ الشیخ، کراچی
۱۷	معارفِ مفتیٔ اعظم	سید محمد اکبر شاہ بخاری	زمزم پبلشرز، کراچی
۱۸	اشاعتِ خصوصی البلاغ، بیادِ فقیہ ملّت حضرت مفتی محمد شفیع صاحب، مفتیٔ اعظم پاکستان	ماہنامہ البلاغ، کراچی	ماہنامہ البلاغ، کراچی

مواعظ

حضرت مولانا محمد سلیم دھورات صاحب دامت برکاتہم

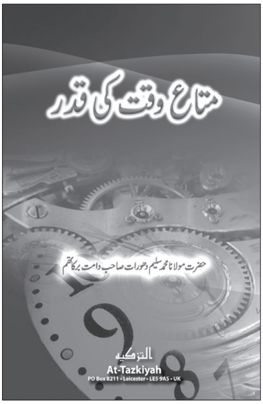

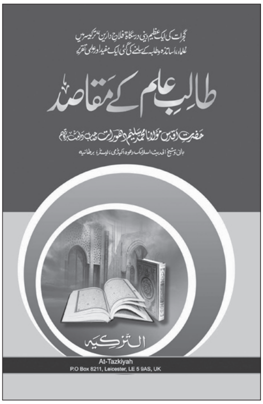

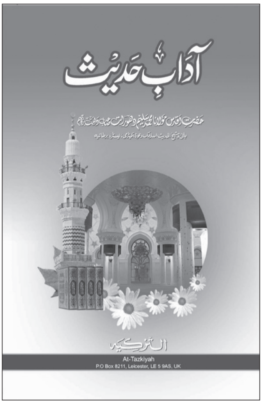

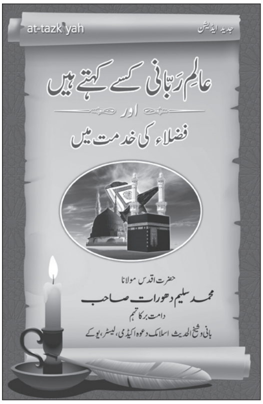

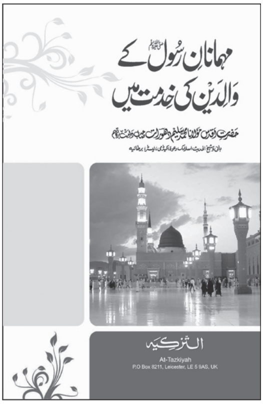

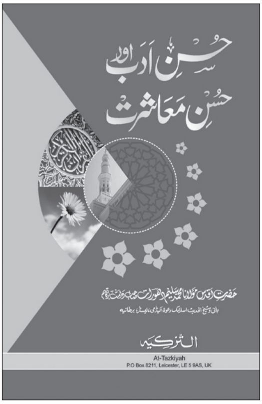

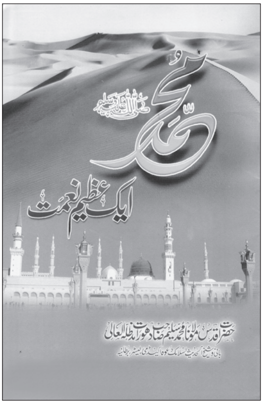

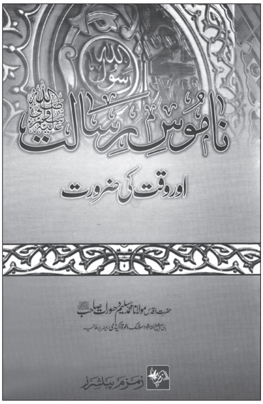

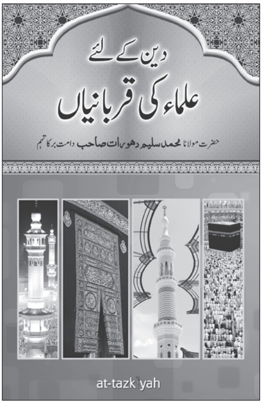

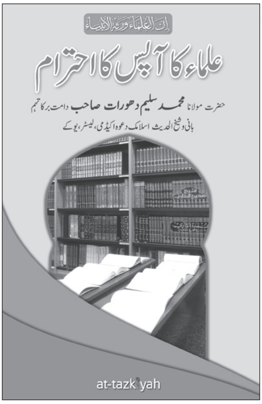

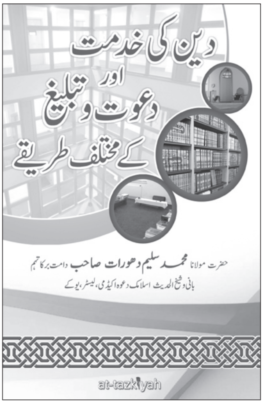

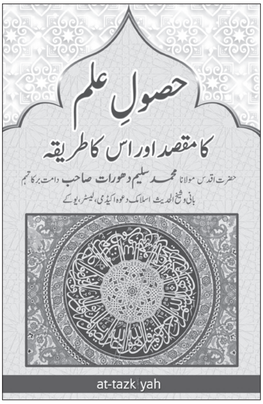

زیر طبع

اللہ تعالیٰ کی محبت کا آسان نسخہ	علماءِ کرام کی عظمت
عورت کا اصلی کمال	چھ صفات اور دین کے پانچ شعبے
قرآن: ایک عظیم الشان معجزہ	علم کے ساتھ عمل بھی بہت ضروری ہے
حقیقی شکر	حصولِ علم میں رکاوٹیں
اپنی پسندیدہ اپنے بھائی کے لئے	علماء کے لئے قیمتی تحفہ
حادثات سے بچنے کا راستہ	تصوف اور سلوک کا بہترین خلاصہ
زلزلہ کیوں؟	تزکیہ اور اصلاح کی انوکھی تشریح
صالحین کے آخری لمحات	تواضع اور شکر
نعمتِ اعتکاف کی قدر	مدرّسین کو مختصر مگر جامع نصیحتیں
دینی مدارس: دین کے قلعے	بد نظری کے مہلک اثرات

دیگر مطبوعات

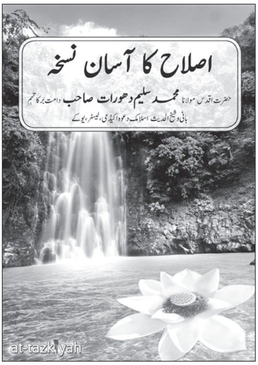

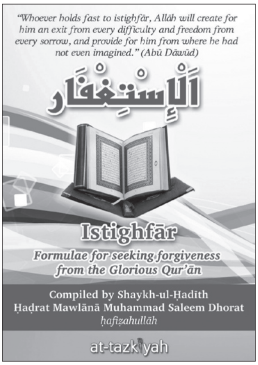

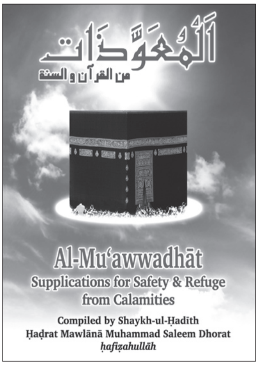

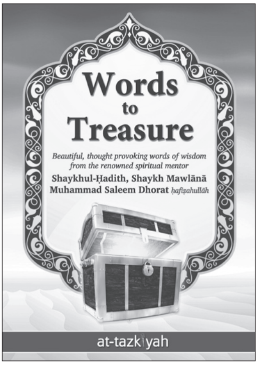

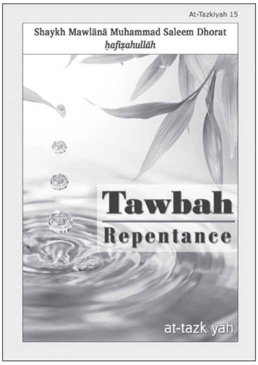

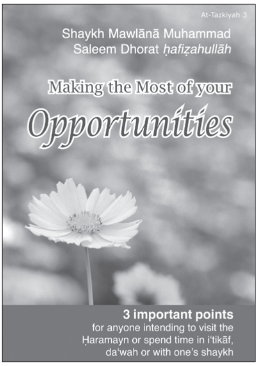

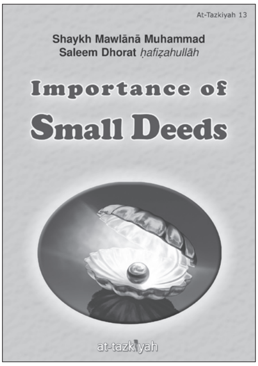

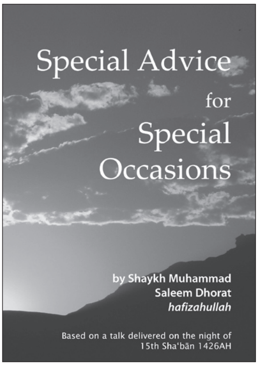

at-tazkiyah

PO Box 8211 • Leicester • LE5 9AS • UK
e-mail: publications@at-tazkiyah.com
www.at-tazkiyah.com